23

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۸ھ

۵ دسمبر سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت ۴ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ، لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مسح کا بیان

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ بَاطِنِہِمَا بِالسَّبَّاحَتَیْنِ وَظَاھِرِھِمَا بِاِبْہَامَیْہِ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا اپنے سر کا اور کانوں کا۔ اندر اُن کے اپنی شہادت کی انگلیوں سے اور اُوپر کا انگوٹھوں سے۔

وَعَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ اَنَّہَا رَاَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَمَسَحَ رَاْسَہٗ مَا اَقْبَلَ مِنْہُ وَمَا اَدْبَرَ وَصُدْغَیْہِ وَاُذُنَیْہِ مَرَّۃً۔ وَاحِدَۃً وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّہٗ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ جُحْرَیْ اُذُنَیْہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ الرِّوَایَۃَ الْاُوْلٰی وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ الثَّانِیَۃَ

ربیعؓ بنت معوذ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا پس مسح کیا آپ نے اپنے سر کا اگلے حصہ پر اور پچھلے حصہ پر اور کنپٹیوں پر ایک مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ وضو کیا آپ نے پس داخل کیا اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَاَنَّہٗ مَسَحَ رَاْسَہٗ بِمَاءٍ غَیْرِ فَضْلِ یَدَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ مَعَ زَوَائِدَ

عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا پس مسح کیا آپ نے اپنے سر کا اُس پانی سے جو ہاتھوں کا بچا ہوا نہ تھا۔ یعنی نیا پانی لے کر۔

وضو کا مسنون طریقہ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْاَلُہٗ عَنِ الْوُضُوْءِ فَاَرَاہُ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذَا فَقَدْ اَسَاءَ وَتَعَدّٰی وَظَلَمَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوٰی اَبُوْدَاؤُدَ مَعْنَاہُ۔

عمرو بن شعیبؓ نے اپنے والد سے اور اُنہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہا اُنہوں نے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور وضو کی کیفیت پوچھی۔ پس آپ نے اُس کو ہر عضو کو تین تین بار دھو کر دکھایا اور فرمایا۔ اس طرح سے ہے وضو پس جس نے اس پر زیادہ کیا بُرا کیا۔ تعدی کی اور ظلم کیا۔

وضو کا شیطان

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَیْطَانًا یُقَالُ لَہُ الْوَلْہَانُ فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَاءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَلَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِالْقَوِیِّ عِنْدَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَہٗ غَیْرَ خَارِجَۃَ وَھُوَ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ عِنْدَ اَصْحَابِنَا۔

ابی بن کعبؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہا آپ نے کہ وضو کا ایک شیطان ہے جس کو ولہان کہا جاتا ہے۔ پس پانی کے وسوسہ سے بچو۔

وضو کے پانی کو پونچھنے کا بیان

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْہَہٗ بِطَرَفِ ثَوْبِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ؂ (ترجمہ صفحہ کے نیچے ملاحظہ ہو)

اعضاء وضو کو دھونے کی تعداد

عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِیْ صَفِیَّۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ ھُوَ مُحَمَّدُ نِ الْبَاقِرُ حَدَّثَکَ جَابِرٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّۃً مَرَّۃً وَمَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَثَلٰثًا ثَلٰثًا قَالَ نَعَمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

ثابت بن ابی صفیہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر سے جن کا نام محمد باقر ہے کہا۔ کیا تم سے جابر نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ۔ انہوں نے کہا ہاں۔

اسراف سے بچو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ وَھُوَ یَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا ھٰذَا السَّرَفُ یَا سَعْدُ قَالَ اَفِی الْوُضُوْءِ سَرَفٌ قَالَ نَعَمْ وَاِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍ جَارٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے سعدؓ پر جبکہ وہ وضو کر رہے تھے۔ پس فرمایا آپ نے اے سعد یہ کیا اسراف (زیادتی) ہے سعد نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں۔ اگرچہ نہر جاری پر بھی تو وضو کرے۔

وضو میں بسم اللہ کہنے کی فضیلت

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَذَکَرَ اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یُطَھِّرُ جَسَدَہٗ کُلَّہٗ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ لَمْ یُطَھِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ۔

ابو ہریرہؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا آپ نے کہ جس شخص نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا۔ پس اُس نے اپنا تمام بدن پاک کیا۔ اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہیں لیا۔ اُس نے صرف وضو کے اعضاء کو پاک کیا۔

باب الغسل

دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُکُمْ بَیْنَ شُعَبِھَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَھَدَھَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ یُنْزِلْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ابو ہریرہؓ نے کہا۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کہ بیٹھے تم میں کوئی (عورت کی) چاروں شاخوں کے درمیان (یعنی ہاتھوں اور پیروں کے درمیان) پھر کوشش کرے (یعنی جماع کرے) پس واجب ہوا غسل۔ اگرچہ منی نہ نکلے۔

غسل کا مسنون طریقہ

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ بَدَاَ فَغَسَلَ یَدَیْہِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ یُدْخِلُ اَصَابِعَہٗ فِی الْمَاءِ فَیُخَلِّلُ بِھَا اُصُوْلَ شَعْرِہٖ ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَاْسِہٖ ثَلٰثَ غُرُفَاتٍ بِیَدَیْہِ ثُمَّ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِہٖ کُلِّہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ یَبْدَاُ فَیَغْسِلُ یَدَیْہِ قَبْلَ اَنْ یُدْخِلَھُمَا الْاِنَاءَ ثُمَّ یُفْرِغُ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ فَیَغْسِلُ فَرْجَہٗ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ۔

عائشہؓ کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ناپاکی کے غسل کا ارادہ فرماتے تو اس طرح شروع فرماتے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر وضو کرتے جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں تر کرتے اور بالوں میں خلال کرتے یعنی بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے۔ پھر دونوں ہاتھوں کے چلو میں پانی لے کر سر پر ڈالتے اور اس طرح تین مرتبہ کرتے پھر تمام بدن پر پانی بہاتے۔

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب آپ غسل شروع کرتے تو برتن میں ڈالنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر اپنی شرمگاہ کو دھوتے اور پھر وضو کرتے۔

؂ ترجمہ (معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو اپنے کپڑے کے کنارے سے اپنا منہ پونچھتے۔

آئیے اسلامی عقائد میں توحید کا مقام تلاش کریں

(از جناب ثناء اللہ صاحب خالد قریشی ایف۔ اے سٹوڈنٹ گورنمنٹ کالج جھنگ)

توحید کی تعریف

لفظ "توحید" عربی ادب سے ماخذ ہے۔ جس کے معنی ایک انا۔ ایک جاننا کے ہیں یہاں اس کا مطلب خدا کو ایک ماننا اور ایک جاننا۔ اس کی یکتائی، اکائی، ایک ہونے اور وحدانیت کو تسلیم کرنا ہے۔ "اَللّٰہُ اَحَدٌ" (قرآنِ پاک۔ سُورۃ الاخلاص جو مکّہ میں نازل ہُوئی) میں موجود ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ اللہ ایک (واحد) ہے۔ خدا کے ایک ہونے کی وجہ سے اس سورت کو سورہ اخلاص بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام کا نظریۂ توحید بھی یہی ہے۔ کہ اللہ عزّ و جل واحد (ایک) ہے۔ وہ (خُدا) پاک۔ بے عیب۔ اس جیسا اور کوئی تمام عالمین (عالم ناسوت عالم ملکوت اور عالم لاہوت) میں نہیں۔ نہ خاکی مخلوق میں اس کا ثانی ہے نہ ناری مخلوق میں اس کا ثانی ہے نہ ناری مخلوق میں اس کا نعم البدل ہے۔ اور نہ نوری مخلوق میں ہی اس (خدا) کا ہمسر پاتے ہیں۔ وہ اولاد اور رشتے ناطوں کی بندشوں سے بالکل آزاد ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ تمام حاکموں کا حاکم وہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے

زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ دریا۔ سمندر۔ پہاڑ۔ ملائکہ۔ جن و انس۔ حیات و زیست۔ شب و روز اُسی کی حکمت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔ اُسی کے حکم سے ہوا۔ آندھی۔ بارش۔ روشنی اور تاریکی ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ وہ ذاتِ بابرکات ہی سب کو روزی دیتی ہے۔ کیڑا جو پتھر میں موجود ہے۔ مادہ پرستوں کی نظرِ کج میں بظاہر اُس کی خوراک کا کوئی ذریعہ نہیں۔ لیکن اُس کا خالق و معبود اُس کی خوراک کا انتظام کرتا ہے۔ وہ ہی اس کو وقت مقررہ پر روزی پہنچاتا ہے۔ وہ ہی اُس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جب وہ ذاتِ واحد، اپنی ایک معمولی سی مخلوق کی حفاظت کرنے میں اس درجہ مکمل ہے تو کیا وہ اُس مخلوق کی حفاظت نہیں کرے گی جس کو خود اشرف المخلوق قرار دیا ہے۔ وہ ہی اولاد دیتا ہے۔ وہ ہی بیماری اور تندرستی بھیجنے والا ہے۔

جسے وہ چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکے ہی لڑکے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی عطا کرتا ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کو جانتے ہُوئے آج ہم غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتے پھرتے ہیں۔

لیکن اس ذات کی طرف بالکل رجوع نہیں کرتے جس کے ایک ہی اشارہ سے بگڑی بن جاتی ہے۔ ڈوبتوں کو سہارا مل جاتا ہے۔ طوفانوں میں بہنے والوں کو ساحل سے ہمکنار کرا دیتا ہے۔ وہ تمام خواہشات۔ مُرادیں اور دُعائیں جب دل سے نکلنے کا عزم ہی کرتی ہیں تو عزم پورا ہونے سے قبل ہی بارگاہِ خداوندی میں شرفِ باریابی کا سہرا ان کے سروں پر باندھ دیا جاتا ہے۔ (قبول ہو جاتی ہیں) ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

وُہ (خدا) ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ باقی تمام اشیاء فانی اور رو بہ زوال ہیں ع

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

لیکن (اللہ کے سوا باقی تمام اشیاء زوال پذیر ہیں موت کی بندش میں آئیں گی اور موت کا مزہ چکھیں گی) (کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت) ترجمہ۔ ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

وہ علیم و خبیر ہے۔ اسے سب چیزوں کا علم ہے۔ (ماضی، حال مستقبل کا) جو مادہ پرستوں کے لئے ایک مسئلہ لاینحل بن کر رہ گیا ہے

افسوس! آج ہم نے اپنے رب سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دیا۔ وقتِ آفرینش جب دُنیا کے وجود کو قائم کیا جا رہا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ہماری ارواح سے پوچھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" ترجمہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو تمام ارواح نے جواب دیا۔ "قَالُوْا بَلٰی" ہاں تو ہمارا رب ہے۔ مگر اس دُنیا میں آکر ہماری روحوں نے عیش کوشی میں پھنس کر اپنے اس پاکیزہ عہد کو بُھلا دیا۔ اور اللہ کے سوا غیر اللہ کو اپنی خواہشات کا تکمیل پر پہنچانیوالا بنا لیا۔

عیسائیوں نے مسئلہ تثلیث میں ہی فلاح و بہبود کی راہیں تلاش کیں اور اپنی نجات کا ذریعہ تلاش کیا اور آج بھی اُسی ڈگر پر رواں دواں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدہ کی بھی تردید کردی اور فرمایا۔ کہ "خُدا ایک ہے۔ اکیلا ہے۔ اس کی الوہیت میں نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دخل ہے۔ نہ جبرائیلؑ امین کو۔

اسلام سے قبل عرب کی جو حالت تھی وہ دُنیا والوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہُوئی۔ لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تصوّر کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس عقیدہ کو بھی غلط ٹھہرایا۔ یہ تو حالت تھی اسلام سے قبل۔ لیکن آج ہمارے کئی بھائی اُن سے بھی بازی لے گئے۔ حالانکہ اسلام کو آئے تقریباً ۱۴۰۰ سال ہو گئے۔

اللہ تعالےٰ اپنی شانِ کریمی سے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ لیکن شرک ہی ایسا گناہ ہوگا جس کی بخشش نہ ہوگی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو شرک کی بیماری سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا۔ مجھے تم خدا کا آخری رسول اور بندہ ہی تصوّر کرنا۔ اور گمراہ نہ ہو جانا۔

ہم سب کو لازم ہے کہ جو کچھ بھی (اولاد۔ رزق۔ صحت۔ سکونِ قلب۔ مغفرت۔ مال و دولت۔ کامیابی اور بہشت وغیرہ) مانگیں وُہ خُدا ہی سے طلب کریں۔ کیونکہ عقیدۂ توحید اسلامی عقائد میں بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے خلاف ہر عمل اور ہر عقیدۂ اسلام خدا سے غدّاری۔ بیوفائی اور بغاوت کے مترادف ہے۔ اس عقیدہ پر دل و جان سے یقین رکھنا تسلیم کرنا اور عمل کرنا باعث نجات اور نزولِ رحمت ہے۔ عقیدۂ توحید ہر قسم کے شرک کی نفی و تردید ہے۔ مَیں اپنے مضمون کو حضرت مولانا محمد علی جوہر کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۶ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۵۸ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

قیامت کے دن سے متعلقہ حالات

برادرانِ اسلام - جن حالات کی آج **قسطِ سوم** پیش کی جا رہی ہے۔ آئندہ یہ حالات ہر شخص کے سامنے آنے والے ہیں - اس وقت کوئی نجات پائے گا کوئی سزایاب ہوگا۔ کسی کو عزّت ملے گی کوئی ذلیل کیا جائیگا - لہٰذا ہر شخص کو سوچ کر زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ وہ کس جماعت میں شامل ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہا ہے۔

(عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَذَکَرَ مَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ سَعِیْدٍ غَیْرَ کَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ یُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَیْنَ ظَھْرَانَیْ جَھَنَّمَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِہٖ وَلَا یَتَکَلَّمُ یَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَکَلَامُ الرُّسُلِ یَوْمَئِذٍ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِیْ جَھَنَّمَ کَلَالِیْبُ مِثْلُ شَوْکِ السَّعْدَانِ لَا یَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِھَا اِلَّا اللّٰہُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِھِمْ فَمِنْھُمْ مَّنْ یُّوْبَقُ بِعَمَلِہٖ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّخَرْدَلُ ثُمَّ یَنْجُوْ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ اللّٰہُ مِنَ الْقَضَاءِ بَیْنَ عِبَادِہٖ وَاَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَہٗ مِمَّنْ کَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَمَرَ الْمَلٰئِکَۃَ اَنْ یُّخْرِجُوْا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَیُخْرِجُوْنَھُمْ وَیَعْرِفُوْنَھُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّارِ اَنْ تَاْکُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَکُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْکُلُہُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَیُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَیُصَبُّ عَلَیْھِمْ مَاءُ الْحَیٰوۃِ فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّۃُ فِیْ حَمِیْلِ السَّیْلِ وَیَبْقٰی رَجُلٌ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَھُوَ اٰخِرُ اَھْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّۃَ مُقْبِلٌ بِوَجْھِہٖ قِبَلَ النَّارِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْھِیْ عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَشَبَنِیْ رِیْحُھَا وَاَحْرَقَنِیْ ذَکَاؤُھَا فَیَقُوْلُ ھَلْ عَسَیْتَ اِنْ اَفْعَلْ ذٰلِکَ اَنْ تَسْئَلَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ فَیُعْطِی اللّٰہَ مَا شَاءَ اللّٰہُ مِنْ عَھْدٍ وَّمِیْثَاقٍ فَیَصْرِفُ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِہٖ عَلَی الْجَنَّۃِ وَرَاٰی بَھْجَتَھَا سَکَتَ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّسْکُتَ ثُمَّ قَالَ یَا رَبِّ قَدِّمْنِیْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعُھُوْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَ الَّذِیْ کُنْتَ سَئَلْتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا اَکُوْنَ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ فَمَا عَسَیْتَ اِنْ اُعْطِیْتَ ذٰلِکَ اَنْ تَسْئَالَ غَیْرَہٗ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ لَا اَسْئَلُکَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَیُعْطِیْ رَبَّہٗ مَا شَاءَ مِنْ عَھْدٍ وَّمِیْثَاقٍ فَیُقَدِّمُہٗ اِلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَھَا فَرَاٰی زَھْرَتَھَا وَمَا فِیْھَا مِنَ النَّضْرَۃِ وَالسُّرُوْرِ فَسَکَتَ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّسْکُتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَدْخِلْنِیَ الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَیْلَکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَکَ اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعُھُوْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ حَتّٰی یَضْحَکَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاِذَا ضَحِکَ اَذِنَ لَہٗ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِیَّتُہٗ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَمَنَّ مِنْ کَذَا وَکَذَا اَقْبَلَ یُذَکِّرُہٗ رَبُّہٗ حَتّٰی اِذَا انْتَھَتْ بِہِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ متفق علیہ

ترجمہ - ابی ہریرہ رض سے روایت ہے۔ بیشک آدمیوں نے عرض کی - یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے - اس کے بعد ابوہریرہ نے ابو سعید کے ہم معنی حدیث بیان کی - اور پھر کہا - پلصراط کو دوزخ کے اُوپر کھڑا کیا جائے گا - اور مَیں سب سے پہلا رسول ہوں گا - جو پُل صراط کے اُوپر سے اپنی اُمّت کے ساتھ گزرونگا - اس دن رسولوں کے سوا کسی کو کلام کرنے کی قدرت نہیں ہوگی - اور رسول بھی صرف اتنا کہینگے اے اللہ ہم کو سالم رکھ - اے اللہ ہم کو سالم رکھ - اور دوزخ کے اندر ایسے کانٹے ہونگے جیسے سوران کے کانٹے (سوران ایک خاردار درخت کا نام ہے) ان کانٹوں کی لمبائی خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں - یہ کنڈے ان لوگوں کو ان کی بداعمالی کے موافق اُچک لیں گے - یعنی بعض کو ان کی بداعمالی پر ہلاک کر دیں گے - اور بعض کے بدن چھیلے جائیں گے ؟ پھر نجات پا جائیں گے - پھر جب اللہ (تعالےٰ) بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا - اور یہ ارادہ کریگا - کہ جن لوگوں نے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا ہے ان میں سے جن کو وہ چاہے دوزخ سے نکال لے - تو وہ فرشتوں کو حکم دیگا - کہ جو شخص خدا کی عبادت کرتا تھا - وہ اس کو دوزخ سے نکال لیں - چنانچہ وہ پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات سے ان لوگوں کو شناخت کریں گے - اور دوزخ سے نکال لیں گے اور اللہ تعالےٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدوں کے نشانات کو جلائے - آگ انسان کے سارے جسم کو جلا ڈالیگی - مگر سجدوں کے نشان کو نہ جلائیگی - یہ لوگ دوزخ سے اس حال میں نکالے جائیں گے - کہ آگ نے ان کو جلاکر سیاہ کر دیا ہوگا - ان پر آبِ حیات چھڑکا جائے گا - اور وہ اس پانی سے اس طرح اُگ آئیں گے - جیسے دریا کے کنارے کوڑے کرکٹ میں دانہ اُگ آتا ہے اور ایک آدمی بہشت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائیگا - جو دوزخیوں میں سے بہشت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا - اس شخص کا مُنہ دوزخ کی طرف ہوگا - اور وہ عرض کرے گا - اے میرے رب میرا مُنہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے - دوزخ کی بو نے مجھے سخت تکلیف دی ہے - اور شعلوں کی تیزی اور گرمی نے مجھے جلا ڈالا ہے - پھر (اللہ تعالےٰ فرمائے گا) اگر مَیں ایسا کردوں (یعنی تیرا مُنہ دوزخ کی طرف سے پھیر دوں) تو مجھے اندیشہ ہے - تو اور کچھ مانگے گا - وہ کہیگا - اے میرے رب - تیری عزّت کی قسم مَیں پھر کچھ اور نہ مانگوں گا - اس کے بعد اللہ (تعالیٰ) جو عہد و پیمان اس سے لینا چاہے گا - لے لیگا - اور اس کا مُنہ دوزخ کی

طرف سے پھیر دیگا - جب وہ بہشت کی طرف دیکھے گا اور اُس کی تروتازگی پہ نظر ڈالے گا - جب تک اللہ (تعالیٰ) چاہے گا چُپ رہے گا - پھر کہے گا - اے میرے رب تُو مجھے بہشت کے قریب پہنچا دے - پھر اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کیا تم نے اس کا عہدوپیمان نہیں کیا تھا - کہ تُو پھر کوئی سوال نہیں کریگا - وہ کہیگا - اے میرے رب - تو مجھے اپنی مخلوق میں سب سے بدنصیب نہ بنا - پھر اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا - امید ہے کہ اگر تیری اس خواہش کو پُورا کر دیا جائے تو پھر تو اور کوئی سوال نہیں کریگا - وہ کہیگا - تیری [illegible] کی قسم میں پھر اور کوئی سوال نہیں کروں گا - اس کے بعد اللہ (تعالیٰ) کو وہ عہد و پیمان دے گا - جو (اللہ تعالیٰ) چاہے گا - پھر اس کو بہشت کے دروازہ کے قریب پہنچا دے گا - دروازہ کے قریب پہنچ کر وہ بہشت کی تروتازگی اور سامان کو دیکھے گا - اور اُس وقت تک جب تک اللہ (تعالیٰ) چاہے گا کہ چپ رہے - چپ رہے گا - پھر عرض کریگا - اے میرے رب مجھے بہشت میں داخل کر دے - پھر اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا اے آدم کے بیٹے - تجھ پر افسوس ہے - تو کس قدر عہدشکن اور بیوفا ہے - کیا تُو نے اس قسم کے عہدو پیمان نہیں کئے تھے - کہ اب تُو اور کوئی سوال نہیں کریگا - اور جو کچھ مَیں نے تیری خواہش کے مطابق دیا ہے - اس پر قناعت کرے گا - وہ کہے گا - اے میرے رب - تو مجھ کو اپنی مخلوق میں بدترین شخص نہ بنا - غرض وہ ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے مانگتا رہے گا - یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کو راضی کرلے گا - اور جب اللہ (تعالیٰ) راضی ہو جائے گا تو اس کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت دیدیگا - اور پھر اللہ (تعالیٰ) بزرگ و برتر اس سے فرمائے گا - تیرے دل میں اور جو آرزو اور خواہش ہو - اس کو ظاہر کر - وہ اپنی آرزوئیں ظاہر کرے گا - یہاں تک کہ جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ (تعالیٰ) فرمائیگا فلاں فلاں چیز کی خواہش ظاہر کر - (یعنی اللہ (تعالیٰ)ص فرمائیگا - یہ سب چیزیں اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور تجھ کو عطا کی جاتی ہیں - اور ابو سعید کی روایت میں یہ الفاظ ہیں - کہ تیری یہ سب آرزوئیں پوری کی جاتی ہیں - اور ان کے ساتھ دس گنا اور دیا جاتا ہے -

ص اسے یاد دلاتا جائیگا - یہاں تک کہ ان کا بھی خاتمہ ہو جائے گا تو اللہ (تعالیٰ)

قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا بارگاہ الٰہی میں شفاعت کے لئے جانے سے انکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا تشریف لیجانا

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُھِمُّوْا بِذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوِاسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا فَیُرِیْحُنَا مِنْ مَّکَانِنَا فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُوالنَّاسِ خَلَقَکَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ وَاَسْکَنَکَ جَنَّتَہٗ وَاَسْجَدَ لَکَ مَلٰٓئِکَتَہٗ وَعَلَّمَکَ اَسْمَاءَ کُلِّ شَیْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّکَ حَتّٰی یُرِیْحَنَا مِنْ مَّکَانِنَا ھٰذَا فَیَقُوْلُ لَسْتُ ھُنَاکُمْ وَیَذْکُرُ خَطِیْئَتَہُ الَّتِیْ اَصَابَ اَکْلَہٗ مِنَ الشَّجَرَۃِ وَقَدْ نُھِیَ عَنْھَا وَلٰکِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَیَاْتُوْنَ نُوْحًا فَیَقُوْلُ لَسْتُ ھُنَاکُمْ وَیَذْکُرُ خَطِیْئَتَہُ الَّتِیْ اَصَابَ سُوَالَہٗ رَبَّہٗ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلٰکِنِ ائْتُوْا اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاھِیْمَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَسْتُ ھُنَاکُمْ وَیَذْکُرُ ثَلٰثَ کَذِبَاتٍ کَذَبَھُنَّ وَلٰکِنِ ائْتُوْا مُوْسٰی عَبْدًا اٰتَاہُ اللّٰہُ التَّوْرٰاۃَ وَکَلَّمَہٗ وَقَرَّبَہٗ نَجِیًّا قَالَ فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَسْتُ ھُنَاکُمْ وَیَذْکُرُ خَطِیْئَتَہُ الَّتِیْ اَصَابَ قَتْلَہُ النَّفْسَ وَلٰکِنِ ائْتُوْا عِیْسٰی عَبْدَ اللّٰہِ وَرَسُوْلَہٗ وَکَلِمَتَہٗ قَالَ فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ ھُنَاکُمْ وَلٰکِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَیَاْتُوْنِیْ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِہٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ فَاِذَا رَاَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّدَعَنِیْ فَیَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَہْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَاءٍ وَّتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْہِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُھُمْ مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّانِیَۃَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِہٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ فَاِذَا رَاَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّدَعَنِیْ ثُمَّ یَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَہْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَاءٍ وَّتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْہِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُھُمْ مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَۃَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِہٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ فَاِذَا رَاَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّدَعَنِیْ ثُمَّ یَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَہْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَاءٍ وَّتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْہِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُھُمْ مِّنَ النَّارِ وَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ حَتّٰی مَا یَبْقٰی فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَہُ الْقُرْاٰنُ اَیْ وَجَبَ عَلَیْہِ الْخُلُوْدُ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَھٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وَعَدَہٗ نَبِیَّکُمْ متفق علیہ -

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے - تحقیق نبیؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - قیامت کے دن مسلمانوں کو روک دیا جائیگا - (یعنی ایک جگہ ٹھہرا دیا جائے گا) یہاں تک کہ وہ فکر و تردد میں پڑ جائیں گے - وہ آپس میں کہینگے - کہ ہم کسی کو سفارش کے لئے تیار کرتے تاکہ وہ ہمارے پروردگار سے ہماری شفاعت کرتا - اور ہمیں اس تکلیف سے نجات دلاتا - چنانچہ وہ (اس خیال سے) آدم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے - اور کہیں گے - آپ آدم (علیہ السلام) سب انسانوں کے باپ ہیں - اللہ (تعالیٰ) نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور آپ کو اپنے بہشت میں ٹھہرایا تھا - اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا تھا - اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے تھے - ہمارے لئے اپنے رب کے ہاں شفاعت کیجئے - کہ وہ اس جگہ سے نکال کر ہمیں راحت اور اطمینان بخشے - آدم (علیہ السلام) فرمائیں گے مَیں اس درجہ کا نہیں ہوں پھر آدم (علیہ السلام) اپنے اس گناہ کو یاد کریں گے جو اُنھوں نے اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی نافرمانی کر کے وہ درخت کھالیا تھا - حالانکہ انہیں اس کے کھانے سے منع کیا گیا تھا - لیکن نوح کے پاس جاؤ - وہ دُنیا میں سب سے پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ (تعالیٰ) نے زمین والوں کی طرف بھیجا تھا - پھر (سب لوگ) نوح (علیہ السلام) کے پاس آئینگے - پھر

وہ کہیں گے مَیں اس درجہ کا نہیں ہوں - اور اپنا وہ گناہ یاد کریں گے جو لاعلمی میں اپنے رب سے سوال کرنے کا کیا تھا - اور بلکہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ - (وُہ) رحمٰن کے خلیل ہیں - آپ نے فرمایا پھر ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئیں گے - پھر وہ فرمائیں گے مَیں اس درجہ کا نہیں ہوں - اور دُنیا میں اپنے جھُوٹ بولنے کا ذکر کریں گے - (حالانکہ وہ توریہ تھے - اور توریہ جھوٹ نہیں ہوتا - توریہ توریہ والی کلام کا مطلب مخاطب اپنے طور پر کچھ اور لیتا ہے - اور متکلّم کچھ اور مراد لیتا ہے - اور چونکہ اس کلام میں احتمال دونوں طرح کا ہوتا ہے - اس لئے کسی کو بھی غلط نہیں کہہ سکتے)۔

آپ نے فرمایا۔ پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے

(پھر فرمائیں گے) تم موسےٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ - جو اللہ (تعالیٰ) کے ایسے بندے ہیں - جن کو اللہ (تعالےٰ) نے تورات عطا فرمائی ہے اور جن سے اللہ (تعالیٰ) نے کلام کی ہے - اور اپنے امر کا محرم راز بنایا ہے۔ پھر وہ کہیں گے - مَیں اس درجہ کا نہیں ہوں - اور اپنا گناہ یاد کرینگے - جو اُنھوں نے ایک آدمی کے مار ڈالنے کا کیا تھا - بلکہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ - وہ اللہ (تعالےٰ) کے بندے اور اس کے رسول ہیں - اور اللہ (تعالےٰ) کا کلمہ ہیں - آپ نے فرمایا - پھر عیسےٰ (علیہ السلام) کے پاس جائینگے (اور شفاعت کی خواہش کرینگے) عیسےٰ (علیہ السلام) فرمائینگے - مَیں اس کا اہل نہیں ہوں - تم محمدؐ کے پاس جاؤ - جو خُدا کے ایسے بندے جن کو اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں - آپ نے فرمایا - پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور مَیں اپنے رب سے اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا - پھر مجھے اجازت دیدی جائے گی - پھر جب مجھے اللہ (تعالےٰ) کا دیدار ہوگا تو سجدہ میں گر پڑوں گا - پھر جب تک اللہ (تعالےٰ) چاہیگا مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دیگا - پھر فرمائیگا (اے) محمدؐ سر اُٹھا - اور کہو تیری بات سُنی جائے گی - اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائیگی - اور تو سوال کر تیرا سوال منظور کر لیا جائے گا - آپؐ نے فرمایا - پھر مَیں سر اُٹھاؤں گا - اور اپنے رب کی وہ ثنا اور حمد بیان کروں گا - جو (اللہ تعالےٰ) مجھے اس موقع پر سکھائے گا - پھر مَیں شفاعت کرونگا - پھر میرے لئے ایک حد بندی کردی جائے گی - (کہ اس قسم کے لوگوں کو دوزخ سے نکال کر لے آئیے) پھر مَیں اس جگہ سے باہر آجاؤنگا - پھر مَیں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا اور ان کو بہشت میں داخل کر دوں گا - پھر میں دوسری مرتبہ لوٹ کر (دربار الٰہی میں) جاؤنگا - پھر اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا - پھر مجھے (اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی جائے گی - پھر جب مجھے اس (اللہ تعالےٰ) کا دیدار ہو گا - سجدہ میں گر پڑوں گا - پھر مجھے اللہ (تعالےٰ) سجدہ میں پڑا رہنے دے گا - جب تک وُہ چاہے گا - کہ پڑا رہوں - پھر فرمائے گا - اے محمدؐ سر اٹھا - اور تو کہہ تیری بات سُنی جائے گی - اور شفاعت کر - تیری شفاعت قبول کی جائیگی اور سوال کر - تیرا سوال مان لیا جائیگا - آپ نے فرمایا پھر مَیں سر اُٹھاؤنگا پھر مَیں اپنے رب کے لئے وہ ثناء اور حمد بیان کروں گا - جو مجھے (اللہ تعالےٰ) اس وقت سکھائے گا - پھر مَیں شفاعت کرونگا پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی - پھر مَیں اُس جگہ سے نکل کر باہر آجاؤنگا پھر مَیں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا - اور ان کو بہشت میں داخل کر دونگا - پھر مَیں تیسری مرتبہ لوٹ کر جاؤں گا - پھر مَیں اپنے رب کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کرونگا - پھر مجھے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے گی - پھر جب مَیں اس کو دیکھوں گا - تو سجدے میں گر جاؤں گا - پھر مجھے (اللہ تعالےٰ) سجدہ میں پڑا رہنے دیگا جب تک وہ چاہے گا - کہ پڑا رہوں -

پھر فرمائے گا - اے محمدؐ سر اُٹھا - اور کہو تیری بات سُنی جائے گی - اور شفاعت کر - تیری شفاعت قبول کی جائے گی - اور سوال کر - تیرا سوال منظور کر لیا جائے گا - آپؐ نے فرمایا - پھر مَیں سر اُٹھاؤں گا پھر مَیں اپنے رب کی ثناء اور حمد وہ بیان کرونگا - جو اس وقت (اللہ تعالےٰ) مجھے سکھائے گا - پھر مَیں شفاعت کروں گا - پھر میرے لئے ایک حد تجویز کر دی جائے گی - (کہ اس قسم کے لوگوں کو دوزخ سے نکال کر لے آ) پھر مَیں وہاں سے باہر آؤں گا - پھر مَیں ان کو دوزخ سے نکال کر لے آؤنگا - اور ان کو بہشت میں داخل کر دونگا - یہاں تک کہ دوزخ میں کوئی باقی نہیں رہے گا - سوائے ان لوگوں کے جن کو قرآن (مجید) نے (دوزخ میں) قید کر رکھا ہو - یعنی ان لوگوں کے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا ہو - پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی - (عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا)

آپؐ نے فرمایا یہی وہ مقام محمود ہے جس کا (اللہ تعالیٰ نے) تمہارے نبی سے وعدہ کیا تھا -

بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے کے بعد کیا ہوگا
قرآن مجید کے اعلانات

پہلا

(وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ٘ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○) سورہ الاعراف رکوع ۵ پارہ ۸

ترجمہ - اور جو ایمان لائے - اور نیکیاں کیں ہم کسی پر بوجھ نہیں رکھتے - مگر اس کی طاقت کے موافق - وہی بہشتی ہیں - وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں - اور جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی ہم اسے دُور کر دینگے - ان کے نیچے نہریں بہتی ہونگی - اور وہ کہیں گے کہ

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا۔ اور ہم راہ پر نہ آتے۔ اگر اللہ ہماری راہنمائی نہ فرماتا۔ بیشک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے تھے۔ اور آواز آئے گی کہ یہ جنّت ہے۔ تم اپنے اعمال کے بدلے میں اس کے وارث ہو گئے ہو۔

دوسرا

(وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ)

سورۃ الشعرآء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ اور پرہیزگاروں کے لئے جنّت قریب لائی جائے گی۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی محشر میں جنّت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقین کو قریب نظر آئے گی۔ جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی مسرور و محظوظ ہوں گے۔

تیسرا

(وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْھَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○)

سورۃ الزمر رکوع ۸ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ جنّت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے۔ اور ان سے اس کے داروغہ کہینگے۔ تم پر سلام ہو۔ تم اچھے لوگ ہو۔ پس اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور وہ کہینگے۔ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچّا کیا۔ اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا۔ کہ ہم جنّت میں جہاں چاہیں رہیں۔ پھر کیا خوب بدلہ ہے۔ عمل کرنے والوں کا۔

بہشت میں داخل ہونے کے بعد احادیث کے اعلانات

پہلا

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَاْکُلُوْنَ فِیْھَا وَیَشْرَبُوْنَ وَلَا یَتْفُلُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَآءٌ وَرَشْحٌ کَرَشْحِ الْمِسْکِ یُلْھَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ وَالتَّحْمِیْدَ کَمَا تُلْھَمُوْنَ النَّفَسَ رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بہشتی بہشت میں کھائیں گے۔ اور پئیں گے۔ لیکن نہ تو تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے۔ نہ پاخانہ پھرینگے اور نہ رینٹھ سنکیں گے۔ لوگوں نے عرض کی کھانے کا فضلہ کیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ڈکار ہو جائے گا۔ اور پسینہ مشک کی خوشبو کی مانند پسینہ اور سبحان اللہ والحمدللہ کہنا جنّتیوں کے دل میں ڈال دیا جائیگا۔ اور وہ اس طرح ان کی زبان پر رواں ہوگا جیسے سانس جاری ہے۔

دُوسرا

(عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْاَسُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُہٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُہٗ رواہ مسلم

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جو شخص بہشت میں داخل ہوگا۔ چین سے اور خوش رہے گا۔ فکر و غم اس کے پاس نہ آئے گا۔ اور نہ تو اس کے کپڑے پُرانے ہوں گے۔ اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔

تیسرا

(عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ وَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَھْرَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا) رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ ابی سعیدؓ اور ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میں اعلان کیا جائیگا کہ تُم تندرست رہوگے۔ اور کبھی بیمار نہ ہوگے اور تم ہمیشہ زندہ رہوگے۔ کبھی نہ مروگے اور تم جوان رہوگے۔ کبھی بُوڑھے نہ ہوگے۔ اور تم خوشی اور آرام سے رہوگے۔ فکر و غم تمہارے پاس نہیں آئے گا۔

چوتھا

(عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا) متفق علیہ۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ بہشتیوں سے فرمائیگا۔ اے بہشتیو! وہ کہیں گے۔ اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں۔ تیری خدمت میں موجود ہیں۔ اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ پھر (اللہ تعالےٰ) فرمائے گا۔ کیا تم راضی اور خوش ہو۔ وہ کہینگے ہم کیونکر راضی اور خوش نہ ہوں۔ تو نے ہمیں اس قدر دیا ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ پھر فرمائے گا کیا میں ان سب چیزوں سے بہتر ایک اور چیز تم کو عطا کر دوں؟ وہ کہینگے۔ اے پروردگار ان چیزوں سے بہتر اور کونسی چیز ہوگی۔ پھر فرمائے گا۔ میں تمہیں اپنی خوشنودی عطا کرونگا۔ اور اس کے بعد پھر تم سے کبھی ناراض نہیں ہونگا۔

دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونیکے بعد کیا ہوگا

قرآن مجید کا اعلان

(وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی جَھَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْھَا فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَاۤ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ○ قِیْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ○)

سورۃ الزمر رکوع ۸ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ اور جو کافر ہیں دوزخ کی طرف

گروہ گروہ ہانکے جائیں گے۔ یہانتک کہ جب اس کے پاس آئینگے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائینگے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے۔ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں رب کی آیتیں پڑھ کر سُناتے تھے۔ اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے۔ کہیں گے ہاں لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہوچکا تھا

قرآن مجید کا درس معلوم ہونے کے بعد

جو لوگ سُننے کے لئے نہ آئیں۔ میں خدانخواستہ حاشا و کلّا ان مسلمانوں کو کافر ہرگز ہرگز نہیں کہتا۔ بلکہ میرے نزدیک وہ مسلمان ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہیں۔

البتّہ

ان مسلمانوں سے ایک بات کہتا ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ غور سے سُنیں کہ جب قرآن مجید نہیں سُنیں گے۔ اور قرآن مجید کے احکام سے بے خبری کے باعث مخالفت کریں گے تو قیامت کے دن ان کا بارگاہِ الٰہی میں یہ عذر نہیں سُنا جائے گا۔ کہ ہمیں علم نہیں تھا اس لئے مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ یہ فرمائینگے کہ میں نے تو اپنا بندہ تمہیں قرآن مجید پڑھانے اور سُنانے کے لئے تمہارے ہاں بھیجدیا تھا۔ اس لئے اس بندۂ خدا کے ہاں نہ جانا اور فائدہ نہ اُٹھانا یہ سراسر تمہارا قصور ہے۔ لہٰذا تم مجرم ہو۔ اور قرآن مجید کے احکام کی مخالفت کے باعث اسی سزا کے مستحق ہو۔ ہاں مجوزہ سزا بھگتنے کے بعد انہیں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کرکے دوزخ سے نکال کرلے آئیں گے۔ وما علینا الا البلاغ

چنانچہ شفاعت کی حدیث

جو اُوپر گزر چُکی ہے۔ اس میں یہی تو ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی مرتبہ شفاعت کر کے اپنی اُمّت کے افراد کو دوزخ سے نکال لائیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:—

نجات کیلئے تعلق باللہ اور تعلق بالمخلوق

دونوں کا درست ہونا ضروری ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

امابعد۔ عرض یہ ہے کہ انسان جو کام بھی کرتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور یہ مقصد اس کے دل میں مستور ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے حتّٰی کہ ایک بچہ بھی جو گھٹنوں کے بل چلتا ہے اور بول بھی نہیں سکتا وہ جب کسی رنگدار چیز کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی طرف دوڑتا ہے اس کے دل میں بھی کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ وہ مقصد پہلے ہوتا ہے اور پھر نقل و حرکت شروع کرتا ہے، ہم جو اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں، ہمارا بھی کوئی مقصد ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہم سے راضی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کو تو موت کے وقت کا علم ہے۔ لیکن انسان کو اس کا پتہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات حادثات بھی ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ایک انسان تندرست اور اچھا خاصہ ہٹا کٹا ہے۔ موٹر اور تانگہ کی ٹکر ہوئی۔ یہ زخمی ہوگیا۔ ہسپتال میں جاتے ہوا دم توڑ دیتا ہے۔ بعض کا ہارٹ فیل ہوجاتا ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے۔ اور مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے۔ تاکہ موت آنے پر دستِ حسرت نہ ملنا پڑے۔ اصلاح یافتہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے سب کو راضی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ماں کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک شخص ماں کو تو راضی کرنا چاہے مگر بھائی بہنوں کو ستائے۔ ماں اس سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتی۔ ماں کو راضی رکھنے کے لئے بھائی بہنوں اور ماں کے دوسرے رشتہ داروں کو راضی کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا ظہور۔ بری۔ بحری اور ہوا میں اُڑنے والی مخلوق سب میں ہے۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ایک خشخاش کے دانہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی جس طرح سورج سارے جہان کو روشن کرتا ہے۔ کیا اس کے بعد وہ بے نور ہوجاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح بحر و بر میں ظہور پذیر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت میں فرق نہیں آتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے۔ لیکن اس کو راضی کرنے کے لئے اُس کی مخلوق کو راضی کرنا ضروری ہے۔ اصلاح یافتہ وہ ہے جس کا تعلق خالق اور مخلوق دونوں سے درست ہو ایک شخص اعلیٰ درجہ کا توحید پرست ہے۔ پکا روزہ دار ہے ساری عمر اُس نے ایک روزہ بھی قضا نہیں کیا۔ پکا نمازی ہے۔ بلکہ تہجد گزار ہے۔ پائی پائی حساب کرکے زکوٰۃ دیتا ہے۔ ہر سال حج کرتا ہے۔ اگر اس کا تعلق بالمخلوق درست نہیں تو سب سے پہلے وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ چیزیں بعد میں کام آئیں گی جس طرح جرم ثابت ہونے کے بعد عدالت کو اختیار نہیں۔ کہ وہ ملزم کو بری کردے۔ البتہ بادشاہ کو یہ اختیار ہوتا ہے۔ کہ سزایاب ہونے کے بعد جب چاہے ملزم کو رہا کردے اسی طرح ہم تو قانون کے ترجمان ہیں۔ اور قانون یہی ہے کہ جس کا تعلق بالمخلوق درست نہیں۔ وہ پہلے دوزخ میں جائے گا۔ اس کے بعد نماز، روزہ وغیرہ اعمال کام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں۔ تو فرعون کو بھی جنّت میں بھیج سکتے ہیں۔ اور اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ مالک مطلق ہیں۔ اس کے کسی فعل پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر تعلق بالمخلوق درست ہے۔ لیکن تعلق بالخالق درست نہیں۔ تو یہ شخص بھی مارا جائیگا۔ کامل، مکمل، باصلاح یافتہ وہ انسان ہے۔ جس کا تعلق باللہ بھی درست ہو اور تعلق بالمخلوق بھی درست ہو۔

مسلمانوں کی اکثریت

ایسی ہے۔ جن کا نہ خالق سے تعلق درست ہے نہ مخلوق سے۔ خالق سے شیطان تعلق درست نہیں رہنے دیتا۔ وہ بے ایمان ہمیں گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے کر آیا ہے اس کا کام ہی یہ ہے کہ غلط راستہ پر لے جائے۔ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (سورہ ص۔ رکوع ۵۔ پ ۲۳)

ترجمہ: تیری عزت کی قسم۔ میں ان سب

کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں
جو تیرے خالص بندے ہونگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے۔

انانیت اور نفسانیت تعلق بالمخلوق درست نہیں رہنے دیتی۔

خوفِ خُدا کا غلبہ

مَیں تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ تربیت کرانے کے بعد ایک درجہ ایسا آتا ہے۔ کہ انسان کی طبیعت میں خوفِ خُدا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اُس وقت وہ اپنی ہستی بھی بھول جاتا ہے پھر اس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی ہو جاتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر ہو جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

اللہ والے ہستی فنا کر دیتے ہیں

اِنسان کی "مَیں" نہیں مَرتی۔ جبتک کسی اللہ والے سے تربیت نہ کرائے۔ مجھے اللہ والوں کے جُوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ اِس لئے مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ والے ہستی فنا کر دیتے ہیں۔ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ طالب صادق کی نظر میں کامل اس کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے۔ کامل کا اُٹھنا بیٹھنا۔ وضع قطع گفتار وغیرہ سب طالب صادق کا حال بن جاتی ہیں۔ مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العٰلمین۔

نفس کو تابع مرضیٔ الٰہی بنانے کی تعلیم قرآن مجید دیتا ہے اِس کا عملی نمونہ حضور انورؐ ہیں۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے دروازہ کے غلام قیامت تک رہیں گے۔ جو تابع مرضیٔ الٰہی ہوں گے یہی اصلاح یافتہ ہیں۔ جن کی صحبت میں دوسروں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

جب اِنسان کی اصلاحِ حال ہو جاتی ہے۔ تو یہ ستانے والے سے نہیں لڑتا۔ بلکہ پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے کہ میرے کس گُناہ کی مجھے یہ سزا ملی ہے۔ پھر ستانے والے پر ناراض ہونے کی بجائے اپنی اصلاح کرے گا۔ عوام کو جو تکلیف آتی ہے وُہ کسی گُناہ کی شامت ہی ہوتی ہے۔ فارسی میں اسی کو کسی نے یوں بیان کیا ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

مَیں اپنا واقعہ عرض کرتا ہوں۔

جب مَیں دہلی میں رہتا تھا۔ اُس وقت میرا بڑا لڑکا مولوی حبیب اللہ جو اس وقت مدینہ منوّرہ میں رہتا ہے چھوٹا سا تھا۔ اس لئے سَودا مَیں ہی لایا کرتا تھا۔ ایک دن میرے دل میں ایک خیال فاسد آیا۔ جب مَیں گھر میں بیٹھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے اُس خیال کو رد کر دیا تھوڑی دیر بعد مولوی حبیب اللہ کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ بازار سے سودا لا دیجئے جس دکان سے مَیں سَودا لیتا تھا وہاں بھیڑ تھی۔ اس لئے مَیں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کُتّا آیا۔ اُس نے میری بائیں پنڈلی پر ۔ چک (پنجابی) مارا۔ اُس کے دانت میری پنڈلی پر نہ لگے۔ مَیں نے مُڑ کر دیکھا۔ تو وُہ مجھے چھوڑ کر دُور جا بیٹھا۔ اور بھی لوگ کھڑے تھے مَیں سوچنے لگا کہ اس نے مجھے ہی کیوں چُنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس وقت یہ سمجھایا کہ یہ اُس خیال فاسد کی تصویر ہے جو گھر میں آیا تھا چونکہ مَیں نے اس خیال کو رد کر دیا تھا۔ اس لئے کُتّے نے مجھے کاٹا نہیں

حضرت یُوسفؑ نے بچپن میں خواب دیکھا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ○ (سورہ یُوسف رکوع ۱ پ ۱۲)

(ترجمہ) جس وقت یُوسف نے اپنے باپ سے کہا اے آبا جان! مَیں نے گیارہ ستاروں اور سُورج اور چاند کو خواب میں دیکھا کہ وُہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

سالہا سال بعد اس کی تاویل سامنے آتی ہے۔ تو یُوسفؑ فرماتے ہیں۔

هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ (سُورہ یُوسف۔ رکوع ۱۱، پ ۱۳)

(ترجمہ) میرے اس پہلے خواب کی یہ تعبیر ہے۔

خواب ذہنی تھا۔ اور اُس کی تاویل ظاہری شکل میں سامنے آئی۔ پہلی اُمتوں میں سجدہ تحیّت جائز تھا حضورؐ انور کی اُمّت کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔

اگر اللہ والوں کی صُحبت مجھے نصیب نہ ہوتی تو مجھے بھی کُتّے پر غُصّہ آتا اور مَیں اُس کو مارتا۔ وُہ بارگاہِ الٰہی میں اور فریاد کرتا۔ مَیں مجرم بنتا اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر مجھے کوئی سزا دیتے۔

اصلاحِ باطن ہو جائے۔ تو پھر انسان خالق کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر یہ کسی سے بُرائی نہیں کرتا۔ اگر کوئی اس سے بُرائی کرے تو اُس کو بھی اپنے گُناہ کی شامت سمجھتا ہے۔ اور بدی کا جواب نیکی سے دیتا ہے۔

مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرساں

اگر یہ زاویہ نگاہ ہو جائے تو پھر انسان کسی سے لڑ سکتا ہے؟ تو یہ کسی کو ستائے اور کوئی اسے ستائے تو پیچھے مُڑ کر دیکھے کہ کوئی غلطی کی ہے جس کی یہ سزا ملی ہے تب پھر اپنے نفس کی اصلاح کرے گا اور نفس یہ کہیگا الحمد للہ۔ اچھا ہُوا۔ تجھے دُنیا میں سزا مل گئی اور بات برابر ہو گیا۔ ورنہ مرنے کے بعد شاید قبر جہنّم کا گڑھا بنتی۔

اگر آپ ایسے موقعہ پر پیچھے مُڑ کر دیکھیں گے۔ کہ کونسا گُناہ کیا ہے۔ جس کی سزا ملی ہے۔ تو آہستہ آہستہ یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ فلاں گُناہ کی سزا ہے۔ یہ ہے اصلاحِ حال کہ انسان مرنجاں مرنج ہو جائے۔ نہ کسی کو ستائے اور نہ کسی کا مال ناحق کھائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مرنے کے بعد اُس کی قبر کو جہنّم کا گڑھا بنائے۔

انبیاء علیہم السّلام کو شیطان کی اُمّت ستاتی ہے

وَمَاۤ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ○ (سورۃ الشوریٰ رکوع ۴۔ پ ۲۵)

(ترجمہ) اور تم پر جو مُصیبت آتی ہے۔ تو وُہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے۔ اور وُہ بہت سے گُناہ معاف کر دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السّلام کو شیطان کی اُمّت ستاتی ہے حالانکہ وُہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی تکالیف کسی گناہ کی پاداش نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن (سورہ رکوع پ)

اِس شہنشاہی اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین الانس والجن کی مخالفت جو انبیاءؑ سے ہوتی ہے۔ وُہ ان حضرات کے کسی گناہ کی پاداش نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض مصالح کی بناء پر ہوتی ہے۔ جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ شَاکِرًا عَلِیْمًا۔ (سورہ النساء رکوع ۲۱۔ پ ۵)

(ترجمہ) اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لے آؤ اور اللہ قدردان جاننے والا ہے)

شکر کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے دی ہے اُس کو اُسی میں صرف کیا جائے شکر کے مقابلہ میں ہے کفرانِ نعمت۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی کرے تو اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی کہ اُس کو خواہ مخواہ تکلیف دے۔

یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہی سنائی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے مرتے دم تک سُنانے اور آپ کو سُننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سوا اپنے دروازہ پر لائے اور ان باتوں کو گوشِ ہوش سے سننے اور لوحِ دل پر

رکھ کرے جانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد انشاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔

نجات تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوگی۔ وہ نکتہ چینی پہ آجائے تو کون بچ سکتا ہے۔

حضور انور رحمۃ للعالمین ہیں

حضور انور رحمۃ للعالمین ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ الانبیاء رکوع ۷ پ ۱۷)

(ترجمہ) اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے)

آپ کی صفات کا جو بھی مظہر ہوگا وہ رحمت ہی رحمت ہوگا۔ ؎

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اپنی حیثیت اور اپنی سمجھ کے مطابق اللہ تعالیٰ خالق اور مخلوق دونوں کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ! تو اپنے فضل سے اسے پورا فرما دے۔ اس طرح زندگی بسر کرنے سے انشاء اللہ یہ دنیا بہشت بن جائے گی ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را باکسے کارے نباشد

یہ خود کسی سے ٹکرائے گا نہیں اور دوسرا کوئی ٹکرائیگا۔ تو یہ سمجھے گا کہ میرے ہی کسی گناہ کی شامت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جو کچھ مجھ سے کہلواتے ہیں اس پر مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یا الٰہ العلمین۔

اصل صلہ رحمی وہ ہے کہ جو تم سے توڑے تم اس کے ساتھ جوڑو

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا پاک ارشاد ہے کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنیوالا ہو۔ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔ (مشکوٰۃ)

بالکل ظاہر بات ہے۔ جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کرے گا ویسا ہی میں بھی کرونگا تو آپ نے کیا صلہ رحمی کی یہ بات تو ہر اجنبی کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کرے تو آپ خود اس پر احسان کرنے میں مجبور ہیں۔ صلہ رحمی تو در اصل یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی بے نیازی قطع تعلق ہو تو آپ اس کے جوڑنے کی فکر میں رہیں۔ اس کو مت دیکھیں کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کو ہر وقت سوچیں کہ میرے ذمہ کیا حق ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے۔ جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہو جائے اور اپنے حقوق کے پُورا ہونے کا وہم بھی دل میں نہ آئے۔ بلکہ اگر وہ پورے نہیں بھی ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور ہونا چاہئے۔ کہ دوسرے عالم میں جو اجر و ثواب اس کا ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں دوسرے کو ادا کرنے سے وصول ہوتا۔

ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ میرے رشتہ دار ہیں۔ مَیں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ مَیں اُن پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بُرائی کرتے ہیں۔ مَیں ہر معاملہ میں تحمّل سے کام لیتا ہوں اور وہ جہالت پر اُترے رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو تُو اُن کے مُنہ میں خاک ڈال رہا ہے۔ (یعنی خود ذلیل ہونگے) اور تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مدد شاملِ حال رہے گی۔ جب تک تُو اپنی اسی عادت پر جما رہے گا (مشکوٰۃ) اور جب تک اللہ جل شانہٗ کی مدد کسی کے شامل حال رہے تو پھر نہ کسی کی بُرائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچنے سے مانع ہو سکتا ہے ؎

تُو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ کسی کا مددگار ہو جائے تو اُس کو کب کسی دوسرے کی مدد کی احتیاج باقی رہ سکتی ہے۔ اور ساری دُنیا مل کر اس کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔ (۱) حق تعالےٰ شانہٗ کا خوف ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی (یعنی دل سے اور ظاہر سے یا خلوت میں اور جلوت میں) (۲) انصاف کی بات خوشی میں بھی غصّہ میں بھی (آدمی جب کسی سے خوش ہُوا کرتا ہے تو عیوب چھپا کر تعریفوں کے پُل باندھا کرتا ہے اور جب خفا ہوتا ہے تو جھوٹے الزام تراشا کرتا ہے۔ مجھے حکم ہے کہ ہر حالت میں انصاف کی کہوں) (۳) میانہ روی فقر کی حالت میں بھی اور وسعت کی حالت میں بھی (نہ تنگی میں کنجوسی کروں نہ وسعت میں اسراف کروں یا نہ فقر میں جزع فزع کروں۔ نہ غنا میں عجب اور فخر کروں (۴) نیز یہ کہ جو شخص مجھ سے قطع تعلق کرے۔ مَیں اس کے ساتھ بھی تعلقات وابستہ کروں۔ (۵) اور جو شخص مجھے اپنی عطا سے محروم کرے مَیں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کروں (۶) جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دوں۔ (انتقام لینے کی فکر میں نہ پڑوں) (۷) یہ کہ میرا سکوت (آخرت کا) یا اللہ تعالےٰ کی آیات کا فکر ہو (۸) میری گویائی اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو (تسبیح وغیرہ یا اللہ کے احکام کا بیان) (۹) میری نظر عبرت ہو۔ (یعنی جس چیز کو دیکھوں عبرت کی نگاہ سے دیکھوں) (۱۰) اور مَیں نیک کام کا حکم کرتا رہوں۔ (مشکوٰۃ)

شروع میں ۹ نو چیزیں فرمائی تھیں تفصیل میں دس ہوگئیں۔ مگر یہ دسویں چیز سابقہ

نو چیزوں کا اجمال بھی ہو سکتا ہے۔ اور (۷) (۸) دو مقابل ہونے کی وجہ سے ایک بھی شمار ہو سکتے ہیں جیسا کہ شروع میں ظاہر باطن ایک شمار ہوئے۔ خوشی اور غصّہ ایک شمار ہوئے۔

حضرت حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ افضل ترین صدقہ کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ (ترغیب)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت میں اس کو بلند مکانات ملیں۔ اس کو اُونچے اُونچے درجے ملیں۔ اس کو چاہیئے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے۔ اس سے درگزر کرے جو اس کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس پر احسان کرے اور جو اس سے تعلقات توڑے اس سے تعلقات جوڑے۔ (در منشور)

ایک حدیث میں ہے کہ جب آیت شریفہ (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) اعراف رکوع ۲۴ (معافی کو اختیار کرو۔ نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو) نازل ہوئی تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ جاننے والے (تعالےٰ شانہٗ) سے دریافت کرکے عرض کرونگا۔ وہ واپس تشریف لے گئے اور پھر آکر عرض کیا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو آپؐ پر ظلم کرے اُس کو معاف کریں اور جو آپ کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا فرمائیں اور جو آپ سے تعلقات توڑے اُس سے تعلقات جوڑیں۔

ایک اور حدیث میں اس واقعہ کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے لوگوں سے خطاب کرکے فرمایا کہ مَیں تم کو دُنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرو۔ جو تمہیں اپنی عطا سے محروم رکھے۔ اس کو عطا کرو۔ جو تم سے تعلقات توڑے اس سے صلہ رحمی کرو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مَیں تمہیں اوّلین اور آخرین کے بہترین اخلاق بتاؤں۔ مَیں نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو تمہیں اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا کرو۔ اور جو تم پر ظلم کرے اُس کو معاف کرو۔ اور جو تم سے قرابت کے تعلقات توڑے اُس کے ساتھ تعلقات جوڑو۔

حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ مَیں تمہیں دُنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق بتاؤں۔ پھر یہی تین چیزیں ارشاد فرمائیں۔ اور بھی متعدد صحابہ کرام سے یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی خالص ایمان تک اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہ کام نہ کرے کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کے ساتھ تعلقات جوڑا کرے۔ اپنے اُوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کیا کرے۔ اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے اور جو اپنے ساتھ بُرائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے۔ (در منشور)

(بقیہ صاحب خلقِ عظیمؐ صفحہ ۱۵ سے آگے)

دعوتِ ولیمہ میں سادگی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب ام المومنین بنیں تو سرکارِ دو عالمؐ نے ولیمہ کی دعوتِ طعام پر مسلمانوں کو بُلایا۔ چمڑے کے دسترخوان پر کھجوریں، گھی اور پنیر رکھوا دیا۔ اور ان کا حلوہ بنایا گیا۔ (بخاری کتاب الاطعمہ)

نیز ایک ام المومنین کا ولیمہ دو سیر جَو کے ساتھ کیا۔ (مشکوٰۃ باب ولیمہ)

حضرت زینبؓ کو نکاح میں لانے کے بعد گوشت اور روٹی کا ولیمہ کیا۔ یہ سب سے اچھّا ولیمہ گنا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

الحاصل اگر سادگی کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور جو کچھ حتی المقدور میسّر ہو وہ پیش کیا جائے۔ اور قرض لے کر پُر تکلّف دعوتیں نہ کی جائیں تو ہر کس سُنّتِ ولیمہ ادا کر سکتا ہے۔ یہ دعوت صرف بڑے لوگوں اور امراء تک محدود نہ رہے۔ بلکہ غرباء کو بھی بُلایا جائے۔ وہ ولیمہ بُرا ہے جس میں صرف اُمراء شمولیت کریں اور غرباء کو دُور رکھا جائے۔

ذمیوں کے حقوق کا خیال :

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص ذمی شخص کو قتل کر دے گا وہ جنّت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ باوجودیکہ اس کی خوشبو چالیس . . . کے راستہ سے محسوس ہوگی۔ (بخاری۔ کتاب الریاتؔ)

الحاصل۔ ذمیوں کا کتنا بڑا شہریت کا حق اسلام نے دیا۔ ان کا قاتل دوزخی قرار پایا۔

دُعا

از حضرت مُعتبر گجراتی۔ بی۔ اے

تری ذات یارَب ہے عالم پناہ — کہ ہے بادشاہوں کا تُو بادشاہ
تُو پھُولوں میں ہے تُو بہاروں میں ہے — تری مسکراہٹ ستاروں میں ہے
اُگاتا ہے مٹّی سے تُو ہی اناج — عطا تُو ہی کرتا ہے شاہوں کو تاج
تُو روزی رساں ہے بدو نیک کا — ہے تُو ہی نگہبان ہر ایک کا
دُعا ہے یہ تجھ سے مری اے خُدا — مجھے نیک بندوں ساتھی بنا
مَیں خدمت کروں دل سے ماں باپ کی — مجھے لکھنے پڑھنے کا دے شوق بھی
چمک کر جہاں میں اُجالا کروں — ترے نام کا بول بالا کروں
مجھے ہم نشینوں میں ممتاز کر — میرے دل کو تاروں کا ہمراز کر

تُو ہو جائے راضی میرے کام سے
ہو ہر کام پُورا تیرے نام سے

حقیقتِ قربِ خداوندی

(از جناب ایم عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مشکوٰۃ باب شب بیداری و عبادت

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے کسی دوست کو دشمن رکھتا ہے میں اُس کو اعلانِ جنگ سُناتا ہوں۔ اور جو طریقہ میرے بندہ کے واسطے میری قربت حاصل کرنے کا مجھ کو محبوب ہے وہ فرائض ہیں، جو میں نے اس پر فرض کر دیئے اور بندہ مجھ سے بذریعہ نوافل بھی قربت حاصل کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مجھ کو اسی وجہ سے محبوب ہو جاتا ہے۔

اُس کو پناہ دیتا ہوں۔ میں اس کے واسطے کسی بات کے کرنے میں تردد نہیں کرتا۔ سوائے اس امر کے کہ وُہ موت کو مکروہ سمجھتا ہے۔ باوجودیکہ مجھ کو اُس کی تکلیف ناپسند ہے۔ لیکن موت سے کوئی چارہ بھی نہیں۔

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو لوگ خدا کا ذکر کرتے ہیں اُن کو ملائکہ گھیرے رہتے ہیں۔ اور رحمت ان کو چھپائے رہتی ہے اور ان پر تسلّی و اطمینان نازل کیا جاتا ہے اور خدا بھی اُن کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے آس پاس ہیں۔ یعنی خدا بھی اس کا ذکر فرشتوں سے کرتا ہے۔

(۹) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے بندے کے گمان کے . . . موافق ہوں۔ مجھ کو جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جس وقت وہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ہمراہ ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ کو دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو جماعت میں ذکر کرتا ہے تو میں بھی اُس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے۔ میں اُس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو بازوؤں کے پھیلاؤ کے برابر قریب ہو جاتا ہوں۔ جو میرے پاس آہستہ آتا ہے میں اُس کی جانب دوڑ کر چلتا ہوں جو شخص زمین کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آتا ہے میں اس کی بخشش کے ساتھ ملاقی ہوتا ہوں۔ بشرطیکہ اُس نے شرک نہ کیا ہو۔

(۱۰) حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں کہ تمہارے سب اعمال سے بہتر ہے۔ خدا کے سامنے تم کو نہایت پاک اور صاف کرنے والی ہے۔ تمہارے درجات کو بلند کرنے والی ہے۔ تمہارے سامنے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے اور جہاد سے بھی افضل ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا ذکر کرنا۔

ذکر میں کلمہ طیّبہ۔ قرآن کریم کی تلاوت، کلمہ تمجید، درود شریف و استغفار سب شامل ہیں۔

خدا کی یاد نہ کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ خُدا سے زیادہ دُور وُہی ہوتا ہے جو زیادہ سنگدل ہے۔

(مشکوٰۃ باب ذکرِ الٰہی و قربت حاصل کرنا)

(كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩)

کوئی نہیں مت مان اس کا کہنا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

آپ اُس کی (یعنی ابو جہل کی) ہرگز پروا نہ کیجئے اور اُس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے۔ جہاں چاہو شوق سے اللہ کی عبادت کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرکے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بندہ کی حالت چونکہ سجدہ میں خدا سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اچھے طریق سے سوال کرنا چاہئے۔

حضرت معدان ابن طلحہؓ کہتے ہیں۔ میں نے حضورؐ کے آزاد شدہ غلام حضرت ثوبان سے کہا کہ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتاؤ۔ جس کی وجہ سے مجھ کو اللہ تعالیٰ جنّت میں داخل فرمائے۔ وُہ چُپ رہے۔ میں نے پھر پُوچھا پھر بھی چُپ رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا میں نے یہ بات حضور اکرمؐ سے بھی دریافت کی تھی حضورؐ نے فرمایا تھا کہ سجدے بہت کثرت سے کیا کرو اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے عوض تم کو جنّت کا ایک درجہ عطا فرمائے گا۔

(مشکوٰۃ۔ باب سجدہ)

فرض اور نفلی روزے رکھنے سے بھی خُدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ روزہ سے نفس کو اُس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی۔ اور نفس کو قوّت و شہوت میں ضعف بھی آجائیگا تو انسان متقی ہو جائے گا۔

اسی طرح اسلام کا جو رکن حج ہے اُس کے ذریعہ بھی خُدا کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اس پاک گھر میں جمالِ خداوندی کی کوئی خاص تجلّی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اُسے مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیلِ مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبّت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبّت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ شریف تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیارِ محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکّر لگائے۔ جو مدّعیِ محبت اتنی تکلیف اُٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو۔ کہ جھوٹا عاشق ہے اسے اختیار ہے جہاں چاہے دھکّے کھاتا پھرے۔ خود محروم و مہجور رہے گا۔ اس محبوبِ حقیقی کو کسی کی کیا پروا ہے۔ کوئی یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر، اس کا کیا بگڑتا ہے۔

قربانی بھی ذریعۂ قربِ الٰہی ہے

(لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن

یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ط) پ ۱۷ ع ۱۲
ترجمہ۔ اللہ کو نہیں پہنچتا اُن کا گوشت
اور نہ اُن کا لہو۔ لیکن اس کو پہنچتا
ہے تمہارے دل کا ادب۔

اس آیت میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا۔ یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اُس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ یہ گوشت اور خون اُٹھ کر اُس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اس کے ہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے۔ کہ کیسی خوشدلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اُس کے نام پر اُس کے بیت کے پاس لے جا کر قربان کی گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا۔ کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ پس یہی وہ تقویٰ ہے جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ کا شکر کرو کہ اُس نے اپنی محبت و عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ سجھا دی۔ اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنا دیا۔

(قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط) پ ۳ ع ۱۲
ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تم محبت رکھتے ہو
اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت
کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ
تمہارے۔

(مطلب) اگر آج دُنیا میں کسی شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعوےٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباعِ محمدیؐ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیبِ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپؐ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اُسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعویٰ میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا۔ اُتنا ہی حضورؐ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائیگا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری اور باطنی مہربانیاں اس پر مبذول ہونگی۔

درسِ عبرت

(از صوفی محمد شفیع عمر الدین صاحب، سجاول)

(۱) ندامت

حدیث۔ تم میں سے جو شخص مرتا ہے نادم و پشیمان ہوتا ہے صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہؐ! ندامت کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ اگر وہ نیکوکار ہے تو اس لئے نادم و پشیمان ہوتا ہے کہ نیکی میں زیادتی کیوں نہیں کی۔ اور اگر وہ بدکار ہے۔ تو اس لئے نادم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اُس نے بُرائی سے کیوں نہ روکا۔
(مشکوٰۃ۔ باب بیان حشر عن ابُو ہریرہ رضؓ)

حاصل یہ نکلا کہ ہمیں کل کی ندامت اور پشیمانی کی فکر آج ہی کرنی چاہیئے۔ فرصت کو غنیمت جان کر زیادہ سے زیادہ عمل صالح کرنے میں کوشاں رہنا چاہیئے اور ہر قسم کی بُرائیوں سے رُک جانا چاہیئے۔

(۲) نیکوں کی خدمت کا صِلہ

حدیث۔ دوزخی صفیں باندھے کھڑے ہوں گے کہ ایک جنتی اُن کے سامنے سے گذرے گا۔ ایک دوزخی اُس کو مخاطب کر کے کہے گا۔ تو مجھ کو نہیں پہچانتا۔ میں وہ شخص ہوں جس نے وضو کے لئے تم کو پانی دیا تھا۔ وُہ جنتی اُس کی سفارش کرے گا اور اُس کو جنت میں لے جائے گا۔
(مشکوٰۃ باب بیان حوضِ کوثر و شفاعت۔ عن انس رضؓ)

حاصل یہ نکلا۔ نیکوکاروں اور صالحین کی خدمت دوزخ سے نجات کا باعث بن سکتی ہے ہمیں حتی الوسع ان بزرگ ہستیوں کی خدمت علی الخصوص اور دوسری مخلوق کی خدمت علی العموم کر کے رحمتِ باری تعالیٰ کا حق دار بننا چاہیئے۔

(۳) آخرت کا خیال رکھو

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **دُنیا** کوچ کئے ہوئے، پُشت ادھر کئے ہوئے چلی جا رہی ہے اور **آخرت** منہ ادھر کئے چلی آ رہی ہے۔ اور ان میں ہر ایک کے بیٹے ہیں۔ تم آخرت کے بیٹے بنو اور دُنیا کے بیٹوں میں سے نہ ہو۔ آج عمل کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

حاصل یہ نکلا کہ ہمیں ہر معاملہ میں آخرت کی فلاح و بہبودی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ آخرت کو بھول کر صرف دُنیا کا بندہ نہ بن جانا چاہیئے۔ اور شرعی حدود سے ہرگز تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔ آج عمل کا وقت ہے۔ کل کو قیامت کے دن اعمال کا حساب ہوگا۔ عمل کا وقت برباد کر کے ہمیشہ کی ذلت و خواری اپنے سر پر نہ اُٹھانی چاہیئے۔

(۴) قابلِ قدر چیزیں

حدیث۔ پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت شمار کر لو۔ یعنی:-
(۱) بُڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔
(۲) بیماری سے پہلے صحت کو۔
(۳) افلاس سے پہلے خوشحالی کو۔
(۴) مشاغل سے پہلے فراغت کو
(۵) مَوت سے پہلے زندگی کو۔
(مشکوٰۃ۔ کتاب الرقاق)

حاصل یہ نکلا ہمیں چاہیئے کہ جب مذکورہ بالا انعاماتِ الٰہی میسّر ہوں تو ان کی بڑی قدردانی کریں شرعی حدود کے اندر رہ کر مالکِ حقیقی جلشانہٗ کا شکر بجا لائیں۔

(۵) دُنیا کے فوت ہونیکا کب غم نہ ہوگا

حدیث: اگر تجھ میں چار باتیں پائی جائیں تو پھر دُنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہیں ہے:-
(۱) امانت کی حفاظت کرنا۔
(۲) سچی بات کہنا۔
(۳) اخلاق کا اچھے ہونا۔
(۴) کھانے میں احتیاط و پرہیزگاری
(مشکوٰۃ۔ کتاب الرقاق)

حاصل یہ نکلا کہ ہمیں چاہیئے کہ اپنے اندر مذکورہ بالا بلند اخلاق پیدا کریں ❖

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر

جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر
(اقبالؒ)

صاحبِ خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم

(ازجناب محمد شفیع صاحب ڈپٹی کلکٹر سجاول)

قال اللہ تعالےٰ - وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٥ (القلم)

ترجمہ:- اور بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خُلق ہیں -

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی اور اپنے متعلقین کی بود و باش عام مسلمانوں جیسی رکھتے تھے - آپ سرکارؐ کو اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی محبّت تھی - آپؐ نے فرمایا :-

" فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے "

نیز فرمایا :-

" وہ چیز مجھے اضطراب میں ڈال دیتی ہے جو چیز فاطمہؓ کو اضطراب میں ڈال دیتی ہے - جو چیز فاطمہؓ کو تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے "

(مشکوٰۃ باب مناقب و فضائل اہل بیت)

اب اس پیاری صاحبزادی کا حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی سُنئے - آپ فرماتے ہیں کہ " چکّی پیستے پیستے آپ کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے تھے - آپ کام میں ہاتھ بٹانے کی غرض سے ایک خادم سرکارِ دو عالمؐ سے مانگنے گئیں سرکار دو عالمؐ نے خادم تو عطا نہ فرمایا - مگر فرما دیا - مَیں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے - سوتے وقت سُبْحَانَ اللہ ۳۳ بار ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ بار ، اور اَللہُ اَکْبَرْ ۳۴ بار پڑھ لیا کرو - " (بخاری کتاب النفقات)

الحاصل آپؐ نے اپنی پیاری صاحبزادی کی دُنیاوی محنت و مشقت کا بوجھ ہلکا کرنے کی طرف توجہ تو نہ فرمائی مگر آخرت کے فکر کا خیال فرماتے ہوئے ایک وظیفہ سعادتِ دارین کی بھلائی کا عطا فرمایا -

اس واقعہ میں والدین کے لئے بڑا سبق ہے - انہیں چاہیئے کہ اپنی اولاد کی دُنیوی آسائش اور راحت تک اپنی تگ و دو محدود نہ رکھیں بلکہ ان کی دینی ترقی کا خیال دُنیاوی اغراض سے زیادہ رکھیں - کیونکہ اسی پر دائمی حیات کی راحت کا دار و مدار ہے -

سابق پنجاب کے دیہات میں ہر گھر میں چکّی ہوتی تھی - مستورات منہ اندھیرے اُٹھ کر روز مرّہ کی ضرورت جتنا آٹا پیس لیتی تھیں - ان کی جسمانی ورزش بھی ہو جاتی تھی - اور کھانے کے لئے آٹا بھی اچھّا ملتا تھا - اور یہ آٹا مشین کے پسے ہُوئے آٹا سے ہر طرح بہتر ہوتا تھا - مگر افسوس اب یہ اہلِ بیت کی سُنّت رفتہ رفتہ ختم ہوتی جا رہی ہے -

عرصہ ہُوا مَیں نے ایک حکیم کا مضمون صحتِ نسواں کے بارے میں ایک رسالہ میں پڑھا تھا - جس میں اُنہوں نے چکّی پیسنے کا مشورہ دیا تھا -

گھر کا کام کرنا

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ گھر میں گھر والوں کی خدمت میں مشغول رہتے اور اذان سُن کر باہر تشریف لے جاتے - (بخاری کتاب النفقات)

ماحصل کلام اس سے ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کا سبق ملتا ہے - اگر ہم ان دونوں حقوق کی حفاظت نہ کریں اور کسی باقاعدہ پروگرام کے ماتحت ان ہر دو حقوق کو بجا نہ لائیں تو یہ ہماری انتہائی بدبختی ہے - جس سے اللہ تعالےٰ ہم سب کو بچائے -

تنگدست کی مدد فرمانا

ایک شخص نے ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی اہلیہ سے قربت کر لی - اُس کو غلام آزاد کرنے کی بھی طاقت نہ تھی - ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی نہ کھلا سکتا تھا - دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے کی بھی ہمّت نہ تھی - اتفاقاً ایک شخص کھجوروں کی بھری ہوئی گون لایا - آپؐ نے فرمایا - " ان کھجوروں کو خیرات کر دو - " مگر اُس نے جواب دیا کہ مدینہ بھر میں مجھ سے زیادہ غریب کوئی نہیں - آپ سرکارؐ نے مُسکرا کر فرمایا - " تو اب تم لوگ ہی اسے کھا لو - "

سبحان اللہ ! تنگدست کو کس قدر سہولت بہم پہنچائی - کفارہ بھی اپنے پاس سے ادا فرما دیا - اور اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی - لہٰذا کفارہ کا کھانا محتاج قریبی رشتہ دار یا دور کے رشتہ دار کھا سکتے ہیں -

مقروضوں کے ساتھ ہمدردی

جب اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو فتوحات نصیب فرمائیں تو فرمایا - " مَیں مسلمانوں کے ساتھ اُن کے نفسوں سے زیادہ قریبی تعلق رکھنے والا ہوں - لہٰذا جب ، مسلمان کا انتقال ہو جائے اور وہ کچھ قرض چھوڑ کر مرے تو اس قرض کی ادائیگی مجھ پر ہے - اور جو شخص کچھ مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے - " (بخاری کتاب النفقات)

الحاصل جو مال و دولت آتا ہے وہ مسلمانوں کی ضروریات پر صرف کیا جاتا ہے - مگر اہلِ بیت کی حالت یہ ہے -

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محمدؐ کے گھر والوں نے کبھی تین دن تک گیہوں کی روٹی سالن سے پیٹ بھر کر نہیں کھائی - یہاں تک کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی - (بخاری کتاب الایمان والنذور)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر والوں نے حضورؐ کے وصال تک کبھی تین دن پیٹ بھر کر نہیں کھایا - "

(بخاری کتاب الاطعمہ)

بچّوں کو آداب سکھانا

حضرت عمر بن ابو سلمہؓ بچّے تھے - اور حضور پاکؐ کے زیرِ پرورش تھے - ایک دن اُنہوں نے سرکارِ دو عالمؐ کے سامنے کھانا کھایا - اور رکابی کے چاروں طرف سے کھانے لگے - حضورؐ نے نصیحت فرمائی کہ " بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھایا کرو - (بخاری کتاب الاطعمہ)

الحاصل ہمیں حسب موقع بچّوں کو مناسب تعلیم دیتے رہنا چاہیئے . . . . . اور تہذیب اور اخلاق اسلامی ان کو سکھلاتے رہنا چاہیئے -

باقی صفحہ ۱۲ پر دیکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُسنِ اخلاق کی فضیلت

(از جناب عبد الرشید صاحب لودھیانوی موھن پورہ راولپنڈی)

جس طرح عبادات دین کا ایک شعبہ ہے - اور اُس کا ہم بندوں سے مطالبہ کیا گیا ہے اسی طرح اچھے اخلاق کی تعلیم بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے - اور ایمان کے بعد اسی کو مدارِ سعادت قرار دیا گیا ہے - اخلاقی اور روحانی اصلاح و درستی ان خاص مقاصد میں سے ہے جن کے پُورا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے تھے - خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے -

"مَیں اللہ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں - کہ عمدہ اخلاق کی تعلیم دوں اور انہیں مرتبۂ کمال تک پہنچاؤں -

(مشکوٰۃ باب حسن الخلق)

اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا - کیونکہ انسان کی زندگی اور اُس کے نتائج میں اخلاق کی بڑی اہمیّت ہے - اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی بھی قلبی سکون اور خوشگواری کے ساتھ گزرے گی اور دوسروں کے لئے بھی اس کا وجود رحمت اور چین کا سامان ہو گا - اور اس کے برعکس اگر آدمی کے اخلاق بُرے ہوں تو خود بھی وہ زندگی کے لطف و مسرت سے محروم رہے گا - اور جن سے ان کا واسطہ اور تعلق ہوگا اُن کی زندگیاں بھی بے مزہ اور تلخ ہوں گی - یہ تو خوش اخلاقی کے وہ نقد دُنیوی نتیجے ہیں جن کا ہم آپ روزمرّہ مشاہدہ اور تجربہ کرتے رہتے ہیں - لیکن مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں ان دونوں کے نتیجے ان سے بدرجہا اہم نکلنے والے ہیں - آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ ارحم الراحمین کی رضا جنّت ہے اور بد اخلاقی کا انجام خداوند قہار کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے - اسی لئے دین میں حُسنِ اخلاق کی بڑی اہمیّت ہے - بلکہ ایک پہلو سے دین کے دوسرے تمام شعبوں کے مقابلہ میں اس کو فوقیت اور بالاتری حاصل ہے - اور وہ پہلو یہ ہے کہ اخلاق میں بندہ اللہ تعالےٰ کی نیابت کرتا ہے۔

یعنی اخلاق در اصل خدائی صفات ہیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم بھی اپنی بندگی کی حیثیت کے مطابق وہی صفات اختیار کریں - چنانچہ ایک روایت میں ہے -

"تَخَلَّقُوا بِاَخلاقِ اللہِ"

ترجمہ - اللہ تعالےٰ والے اخلاق کو اپنے اخلاق بناؤ -

اخلاق کی اس امتیازی حیثیت کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک اصولی بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ بندے کے جن اعمال سے اللہ تعالےٰ راضی ہوتا ہے اور جن پر بندہ کو اجر و ثواب ملنے والا ہے وہ چار قسم کے ہیں -

پہلی قسم وہ اعمال جن کے ذریعہ بندہ اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اُس کی معبودیت کا اعتراف کرتے ہُوئے اُس کے سامنے اپنی بندگی اور اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے - یہ شان عبادات کی ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ -

دوسری قسم وہ اعمال ہیں کہ دراصل بندہ اُن کو اپنی دُنیوی ضرورت اور نفس کی خواہش سے کرنے پر مجبور ہے - مثلاً کھیتی باڑی، تجارت یا مزدوری اور اسی طرح نکاح کرنا اور بچوّں کا پالنا وغیرہ یہ چیزیں اپنی ضرورت اور اپنے نفس کی خواہش ہے - لیکن اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کے بارے میں کچھ احکام دے دیئے ہیں کہ اگر اُن کی پابندی کے ساتھ یہ کام کئے جائیں تو بندہ ان کاموں پر بھی اسی طرح اللہ کی رضا کا اور آخرت کے اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے - جس طرح عبادات پر مستحق ہوتا ہے - یہ شان معاملات اور معاشرت کی ہے -

تیسری قسم وہ اعمال ہیں جو دراصل انبیاء علیہم السلام کے ہیں - اور دوسرے لوگ ان کو ان کی نیابت میں اور اُن ہی کے مشن کی خدمت کے طور پر کرتے ہیں - جیسے کہ دینی دعوت، دین کی نصرت، دین کے راستہ میں جد و جہد اور قربانی، دین کی تعلیم و تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر - یہ سب اعمال بھی اللہ تعالےٰ کو بہت راضی کرنے والے ہیں - اور بلاشبہ ان میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے - ان کا خاص امتیاز یہ ہے - کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی نیابت والے اعمال ہیں اور ان اعمال کے کرنے والوں کو انبیاء علیہم السلام سے ایک خاص نسبت حاصل ہوتی ہے - جو دوسرے اعمال سے حاصل نہیں ہوسکتی - اور نہ کی جا سکتی ہے -

چوتھی قسم وہ اعمال ہیں جن میں اللہ تعالےٰ کی نیابت کا رنگ ہے - یہ شان اخلاق کی ہے - مثلاً رحم ایک خلق ہے جو دراصل اللہ تعالےٰ میں ہے اور وہ اُس سے رحمٰن اور رحیم ہے - اسی طرح خطا قصور معاف کرنا - اور دوسروں کے عیب چھپانا ایسے ہی جود و کرم، سخاوت، حاجتمندوں کی مدد کرنا، عدل و انصاف حیا و بُرد باری یہ سب اللہ تعالےٰ کی صفات ہیں - اور بندوں کو بھی حکم ہے کہ وہ یہ صفات اپنے اندر پیدا کریں - اسی طرح نیک لوگوں اور نیکیوں سے محبت اور ان کو پسند کرنا اور بُرے لوگوں اور بُرائیوں سے بغض و نفرت اور اُن سے ناراض ہونا اللہ تعالےٰ کی صفت ہے - اور بندوں کو بھی حکم ہے کہ ان کا حال بھی یہی ہو -

الغرض بندے کے تمام اعمال و احوال میں صرف اخلاق کی یہ شان ہے کہ بندہ اس میں اللہ تعالےٰ کی نیابت کرتا ہے - یعنی وہ کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ خود کرتے ہیں - یہ شان کسی دوسرے عمل کی نہیں ہے - اس لئے اس پہلو سے اخلاق کو بندے کے دوسرے تمام اعمال کے مقابلہ میں امتیاز اور برتری حاصل ہے - چنانچہ ایک حدیث میں ہے :

"ایمان میں سب سے زیادہ کامل وہ مومنین ہیں - جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں -" (مشکوٰۃ باب حسن الخلق)

ایک اور حدیث میں ہے :

"قیامت کے دن اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ وزن اچھے اخلاق کا ہوگا" (رواہ الترمذی)

ایک اور روایت میں ہے - حضورؐ سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی صفت ہے - جو انسان کو جنّت میں لے جاتی ہے - آپ نے فرمایا :

"اللہ کا خوف اور اچھے اخلاق"

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تقلید مذاہب آئمہ اربعہ

(از جناب مولانا لطافت الرحمٰن صاحب)

اوّل اوّل تو آپ اپنے اس دوست پر (جو آپ سے کہتا ہے کہ تم نے سُنّتِ رسول ؐ کو چھوڑا ہے۔ اور ابو حنیفہ وغیرہ آئمہ کو اپنا مقتدا (پیشوا) مان لیا ہے۔ ہماری طرف سے یہ وضاحت کریں۔ کہ اختلافِ مذاہب کے سلسلہ میں علماء اُمّتِ محمدیہ خاص کر احناف کا نظریہ کیا ہے۔ کیا ہم مذاہب مروّجہ کو دین کے الگ اصول قرار دیتے ہیں یا ان کو کتاب و سُنّت و بیان کا درجہ دیتے ہیں۔ اس بارہ میں کل علمائے دین محمدی کا اتفاق ہے کہ آئمہ مذاہب نے صرف کتاب و سُنّت اور اجماعِ اُمّت کو ہی اصول دین قرار دیا ہے۔ اور ان کی روشنی میں اپنے اپنے مذاہب کی تدوین کی ہے۔ جس سے مقصد قال اللہ قال الرسول پر ایک منظم و مرتب شدہ آئین کی شکل میں عمل کرنے کی آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ اور دُوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ نصوص جو کہ بظاہر متعارض ہوں۔ ان کی تحقیق و تفتیش کے سلسلے میں ہر ایک صاحب مذہب کی جستجو بعض امور دین میں مختلف طریق کار پہ منتج ہوئی ہے۔ چنانچہ جس کسی صاحب کی نگاہ میں جو نص قوی تر یا کسی دیگر وجہ سے راجح معلوم ہُوئی اسی پر خود عمل پیرا رہا۔ اور اُمّت کے دیگر افراد کو بھی اس پر عملدر آمد کرنے کی دعوت دی۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تمام امور شرعیہ ایک مکمل قانون اور آئین کی صورت میں سامنے آئے۔ جس سے گویا قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر ہوئی۔ (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا) آپ اپنے دوست کو وہ تاریخی واقعہ سُنا دیں۔ جس کو جلال الدین سیوطی رح نے کشف الظنون میں نقل کیا ہے کہ ایک عیسائی حکیم فقہ حنفی کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں امام محمد رح کی کتابوں میں سے مبسوط کا مطالعہ کیا اور زیادہ تر متاثر ہونے کے بعد مسلمان ہو کر کہا۔ کہ ھٰذا کتاب محمدکم الاصغر فکیف کتاب محمدکم الاکبر۔ علاوہ برآں

تدوینِ مذاہب کے بعد اصحاب مذاہب نے اپنے اپنے پیروکاروں کو یہ اعلان بھی کیا کہ اگر میری کوئی بات نصوص قطعیہ کے متعین شدہ معنیٰ سے مخالف نکلے۔ تو اس کو رد کرو۔ خاص طور سے امام ابوحنیفہ کے الفاظ تو یہ ہیں کہ اس کو دیوار پر مارو۔ کیا اس سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ مذاہب کا سلسلہ دین محمدی ؐ کا کوئی مستقل شعبہ نہیں ہے۔ بلکہ مختلف نصوص پر عمل کرنے کی مختلف راہیں ہیں۔ جن پر عمل کرنے کے لئے مختلف الخیال لوگوں کو تیار کیا گیا ہے۔ اور اس صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور تعامل صحابہ کا ہر ایک پہلو زیر عمل آیا ہے۔ مثلاً ذخیرۂ احادیث میں اگر ایک طرف آمین بالجہر ثابت ہو کر بعض اہلِ مذاہب یا اہلحدیث کا معمول رہا۔ تو دوسری طرف آمین بالسر بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو کر امت محمدیہ میں سے اکثر حضرات مثلاً احناف وغیرہ کا معمول بن گیا۔ اسی طرح رفع یدین قراءۃ خلف الامام مختلف فیہا مسائل غرض یہ کہ اختلافِ مذاہب تو اللہ تعالےٰ کا ایک احسان ہے۔ جس سے دینِ محمدی ؐ پر عمل کرنے کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث کہ اختلاف اُمّتی رحمۃٌ اسی اختلاف مذاہب کی طرف اشارہ ہے۔ جس کو پوری وضاحت سے امام عبدالوہاب شعرانی نے میزانِ کبریٰ میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نزدیک اُمّت کے علماء کبار یعنی نصوص کے معانی سے باخبر حضرات کو تقلید آئمہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صرف متوسط طبقۂ عوام کے لئے ایک شاہراہ عمل متعین کرنے کے منصوبے ہیں۔ نہ کہ دینِ محمدی کے الگ اصول۔ بیشک اختلافِ مذاہب کو تعصب اور باہمی شقاق و عناد کا رنگ دینا نہ تو دین ہے اور نہ ہی دین کو اس سے کوئی تعلق ہے ؎

چھوڑ دے فرقہ پرستی یہ تیرا کام نہیں
دیکھ یہ کفر کی تعلیم ہے اسلام نہیں

مذہبی تعلیم کے بارے میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رح نے ایک دن درس حدیث میں ایک عجیب قصّہ سُنایا فرمایا کہ آمین بالجہر و بالسر کے بارے میں میرٹھ شہر میں ایک فیصلہ عدالت میں چلا گیا۔ چند تاریخوں کے بعد جھگڑا ایک انگریز جج کے پاس گیا۔ اس نے فقہ و حدیث کے انگریزی تراجم کا مطالعہ کرنے کے بعد جو آخری فیصلہ دونوں فرقوں کو سُنایا۔ وُہ یہ تھا کہ مَیں نے مکمل تحقیق کر کے شریعت محمدیہ کی رو سے آمین بالجہر کو بھی درست پایا اور آمین بالسر کو بھی۔ کیونکہ ہر ایک رسول ؐ اور صحابہ رض کا معمول رہا ہے۔ مگر آمین بالشر کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ مقصد یہ تھا۔ کہ تم مسلمان لوگ شر نہ کرو۔ . . . . اور ہر ایک کو اپنا اپنا عمل کرنے دو۔ تمہید بالا کے مدّنظر تین باتیں صاف طور سے واضح ہوئیں

۱۔ مقلدینِ مذاہب کا ضروری عقیدہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ مذاہب والے حق پر ہیں اور وہ جو بعض مقلدین مذاہب نے مشہور کیا ہے۔ اور بعض مصنّفین کتب فقہ حنفی وغیرہ نے بڑے وثوق سے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ مذاہب مروّجہ میں سے حق ایک ہی ہے اور باقی باطل پر ہیں۔ حتیّٰ کہ بعض احناف نے یہاں تک کہا ہے۔ کہ الحنفی اذا ترك مذھبه یعزر۔ ترجمہ: حنفی شخص نے جب اپنا مذہب ترک کیا تو اس کو تعزیر ملے گی + اس بات کو احناف کے علماء محققین میں سے اکثر نے غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی مرحوم فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں۔ وَمَنْ تَوَهَّمَ اَنَّ واحدا منها علیٰ هدی وسائرهم فی ضلالة فقد وقع فی حفرة الضلالة۔ ترجمہ۔ اور جو یہ سمجھتا ہے کہ مذاہب مروجہ میں سے ایک ہی ہدایت پر ہے اور باقی گمراہی پر تو وہ شخص خود گمراہی کے گڑھے میں پڑا ہے۔

۲۔ تقلید صرف اس حد تک ضروری یا بہتر ہے جس میں نصوص کے متعین کردہ طریق سے سرِ مُو تجاوز نہ ہو۔ جیسا کہ تمہید میں آئمۂ مذاہب کا اعلان درج ہے۔

۳۔ تقلید ان لوگوں کے لئے ضروری ہے جو نصوص پر براہِ راست عمل کرنے کے لئے ان کے پاس منظم طریقِ کار موجود نہ ہو اور وہ خود نصوص سے استنباط مسائلِ دین پر قادر نہ ہو۔ شاہ ولی اللہ رح حجۃ اللہ البالغہ

یہی فرماتے ہیں۔ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو اجتہاد پر قدرت رکھتے ہوں۔ اب تمہید اور اس کی تین وضاحتوں کے بعد یہ حقیقت کھل گئی کہ تقلید مذاہب میں امت محمدیہ کے لئے کتنی عظیم الشان مصلحت ہے۔ چنانچہ اسی بات کو عقدالجید فی احکام التقلید میں جن عربی الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ان کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ ان مذاہب اربعہ سے اخذ کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں ایک سخت خرابی ہے ہم اس کو متعدد طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ۱۔ امّت کا اس پر اجماع ہوگیا ہے کہ شریعت کے جاننے کے متعلق متقدمین پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ تابعین نے صحابہ رض اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا ہے اور ہر زمانے کے علماء نے اپنے اسلاف پر اعتماد کیا ہے۔ اور کسی امر کو قبول کرلینا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ امر اچھا ہے۔ پس جب اقوال سلف پر اعتماد ہوگیا تو یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہے۔ بروایت صحیح مروی ہوں۔ اور کتب مشہورہ میں جمع ہوں۔ اور ان چاروں مذاہب کے سوا کوئی اور مذہب ایسا نہیں ہے۔ ۲۔ حضور سرور انبیاء علیہ التحیۃ والسلام نے فرمایا ہے مجمع کی اتباع کرو۔ اور الانصاف فی سبب الاختلاف میں لکھا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ پہلی اور دوسری صدی میں کسی خاص مذہب کی تقلید پر لوگوں کا اتفاق نہ تھا اور دو صدیوں کے بعد لوگ مذاہب اختیار کرنے لگے۔ اور ایسے کم رہ گئے۔ جو کسی خاص مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔ کیونکہ اس زمانہ کے مناسب یہی تھا۔

خلاصہ تحقیق ۔ یہ تو تقلید مذاہب کے بارہ میں مختصر مگر معتبر اور موثق کلام تھا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ آئمہ مذاہب ہر ہر مسئلہ میں اپنے اپنے مسلک کے لئے ضرور کسی نص کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ نصوص کو کل معاملات اور روزمرّہ اور ماحول اور اختلاف ازمنہ سے پیدا شدہ حالات پر منطبق کرنا عبارت النص کے لحاظ سے دشوار ہے۔ لہٰذا اکثر و بیشتر امور میں دلالۃ النص ۔ اقتضاء النص ۔ استصحاب الحال قیاس وغیرہ امور سے کام لینا پڑتا ہے ۔ اور اسی کو قیاس و اجتہاد کہا جاتا ہے ۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کیا اور مناسب مواقع پر صحابہ کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا ۔ یا درست مان کر اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضور حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر جب روانہ فرما رہے تھے تو اس سے پوچھا کس چیز سے فیصلہ کروگے یا معاذ ! تو عرض کیا (بکتاب اللہ) اللہ کی کتاب سے ۔ فرمایا ۔ اگر کتاب اللہ میں وہ فیصلہ موجود نہ ہو ۔ تو عرض کیا ۔ بسنۃ رسول اللہ ۔ فرمایا اگر سُنّت رسول اللہ میں نہ ملے ۔ تو عرض کیا (اجتہد برآئی) میں اجتہاد کرکے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا ۔ تو اس جواب پر حضرت ؐ نے فرمایا ۔ الحمد للہ الذی وفق رسول رسولہ کما رضی بہ ۔ رواہ احمد وغیرہ ۔ ترجمہ ۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے توفیق دی ۔ اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی جس سے وہ رضامند ہے ۔ اگر انصاف اور صدق دل سے سوچا جائے ۔ تو ان مفید تر اور صحیح گزارشات کے بعد تقلید مذاہب کو بُری نگاہ سے دیکھنا اور طنز و تشنیع کرنا کوئی زیب نہیں دیتا ۔ باقی یہ الگ بات ہے کہ جب کوئی صاحب آئمہ مذاہب کے پیچھے لگ جاتا ہے تو اس کو اُن کی دینی خدمات بھی بُری نظر آتی ہیں ۔ کیا ہی اچھا کہا ہے ایک عربی شاعر نے ؎

وعین الرضاء عن کل عیب کلیلۃ
ولکن عین السخط تبدی المساویا

ترجمہ ۔ رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوا کرتی ہے ۔ مگر ناراضگی کی آنکھ تو کوشش کرکے عیوب کو ظاہر کرتی ہے ۔ واللہ اعلم و علمہٗ اتم و احکم

بقیہ حُسنِ اخلاق صفحہ ۱۶ سے آگے

اسی طرح بُرے اخلاق کی نحوست سے بھی آپؐ نے اُمت کو خبردار کیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

"بُرے اخلاق والا آدمی جنّت میں نہیں جاسکے گا"

ایک اور حدیث میں ہے ۔

"کوئی گناہ اللہ کے نزدیک بُرے اخلاق سے بدتر نہیں"

ان احادیث سے سمجھا جاسکتا ہے کہ دین میں اخلاق کی کتنی اہمیّت ہے ۔ بہرحال اخلاق کی اصلاح کا معاملہ صرف تکمیلی چیز نہیں ہے ۔ کہ صرف بزرگ اور کامل بننے کے لئے اس کی ضرورت ہو ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے ۔ کہ مسلمان ہونے کے لئے اور دوزخ سے بچنے کے لئے جس طرح نماز روزہ ضروری ہے اسی طرح بُرے اخلاق سے بچنا اور اچھے اخلاق کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے ۔ خصوصاً وہ اخلاق جن کی قرآن و حدیث میں خصوصیّت کے ساتھ تاکید فرمائی گئی ہے ۔ مثلاً صبر، توکّل ، سچائی، امانتداری، عہد کی پابندی، اخلاص اللہ و رسولؐ کی سچّی اور کامل محبّت، دوسروں کی خیرخواہی دوسروں کے ساتھ نیک گمانی ، دوسروں کی پردہ پوشی ، رحم ، عفو و درگزر ، غُصّہ کا پی جانا سخاوت ، عدل و انصاف ، تواضع و خاکساری حب فی اللہ و بغض فی اللہ ان اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہایت ضروری ہے ۔ اسی طرح جو ان کے اضداد بُرے اخلاق ہیں جن کو رذائل کہا جاتا ہے ۔ مثلاً کبر، غُصّہ ۔ بخل، طمع ، حسد، شماتت و خود غرضی وغیرہ ان کو اپنے اندر سے نکالنے کی کوشش بھی بے حد ضروری ہے ۔ لیکن اخلاق کا معاملہ بہ نسبت اصلاح اعمال کے زیادہ مشکل ہے ۔ لیکن جس کے لئے اللہ تعالےٰ آسان کردے اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ۔ اس کی عام اور سہل تدبیر یہ ہے اچھے اخلاق کے تقاضوں پر اہتمام اور تکلّف سے عمل کیا جائے ۔ اور اسی طرح بُرے اخلاق کے تقاضوں کے خلاف چلنے کے لئے ہمّت اور عزیمت سے کام لیا جائے اور اس بارے میں اپنی قوّتِ ارادی کو پوری طرح استعمال کیا جائے ۔ انشاء اللہ تھوڑے دنوں کے اس مشق و مجاہدہ سے طبیعت اس سانچہ میں ڈھل جائے گی ۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ

جو شخص بہ تکلّف عفت کا طرزِ عمل اختیار کرے گا اللہ تعالےٰ اس کو باعفت بنا دیں گے اور جو شخص بہ تکلف استغنا کا رویہ اختیار کرے گا ۔ اللہ تعالےٰ اس کو غنا عطا فرما دیں گے ۔ اور جو شخص ہمّت سے صبر کا رویہ اختیار کریگا ۔ اللہ تعالےٰ اس کو صابر بنا دیں گے ۔ (بخاری و مسلم)

اور سینکڑوں برس سے حکمائے اُمّت اور عارفین کا تجربہ بھی یہی ہے ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنیدؒ و شبلیؒ و عطارؒ ہم مست

بچوں کا صفحہ

ہر بھلائی ہر نیکی ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے لئے ہو

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

عزیز بچو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور کسی نیک کام کے لئے دوسرے کو ترغیب دینے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ خود کرنے کا ثواب ہے - اور صدقہ کے لئے مال یا روپیہ پیسہ ہی دینا ضروری نہیں ہے اور صدقہ صرف اسی پر منحصر نہیں ہے بلکہ جو بھلائی بھی کسی کے ساتھ کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے -

ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس کے لئے ضروری ہے - کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کیا کرے - صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی طاقت کس کو ہے - (کہ تین سو ساٹھ صدقہ روزانہ کیا کرے) حضورؐ نے فرمایا - مسجد میں تھوک پڑا ہو اس کو ہٹا دو - یہ بھی صدقہ ہے - راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو - اس کو ہٹا دو - یہ بھی صدقہ ہے - اور کچھ نہ ہو تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہے - اس لئے کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے -

ایک حدیث شریف میں ہے کہ روزانہ جب طلوع آفتاب ہوتا ہے - تو ہر آدمی پر ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے - دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو - یہ بھی صدقہ ہے - کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کر دو - یہ بھی صدقہ ہے - اس کا سامان اٹھا کر دے دو - یہ بھی صدقہ ہے - کلمہ طیبہ (یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنا) بھی صدقہ ہے - ہر قدم جو نماز کے لئے چلے صدقہ ہے - ہر نماز صدقہ ہے - روزہ صدقہ ہے - حج صدقہ ہے - سبحان اللہ الحمد للہ - اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے - جو مسلمان بھائی راستہ میں مل جائے اس کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے - نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے - برائی سے منع کرنا صدقہ ہے - غرضیکہ ہر بھلائی ہر نیکی اور ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے ہو - دکھلاوا نہ ہو - اور جو شخص کسی کار خیر پر کسی کو ترغیب دے تو اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے - جیسا کہ کرنے والے کو یعنی بھلائی کا راستہ بتلانے والا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو کرنے والا -

خدا تعالیٰ کی عطا - احسان - بخشش اور انعام کا کیا ٹھکانا ہے - اور یہ سب کچھ بے محنت ملتے ہیں - مگر ہم لینا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج ہے - ایک شخص خود نفلیں کثرت سے نہیں پڑھ سکتا وہ دوسروں کو ترغیب دے کر نفلیں پڑھوائے - خود غریب ہونے کی وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کر سکتا - تو دوسروں کو ترغیب دے کر خرچ کرائے ایک شخص خود روزے نہیں رکھ سکتا - حج نہیں کر سکتا - جہاد نہیں کر سکتا - اور کوئی عبادت نہیں کر سکتا لیکن ان چیزوں کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے تو وہ ان سب کا شریک بنتا ہے - بہت غور سے سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ ہی ان سب عبادتوں کو کرنے والا ہو تو ایک ہی کرنے کا ثواب تو ملے گا - لیکن اگر ۱۰۰ آدمیوں کو ترغیب دے کر ان پر کھڑا کر دے تو ۱۰۰ کا ثواب ملے گا - اور ہزار دو ہزار کو یا ان سے زیادہ کو لگا دے - تو جتنے لوگوں کو آمادہ کرے گا - سب کا ثواب ملتا رہے گا - اور لطف یہ ہے کہ خود اگر مر بھی گیا تو ان اعمال کے کرنے والوں کے اعمال کا ثواب بعد میں بھی پہنچتا رہے گا - کیا اللہ تعالیٰ کے احسانات کی کوئی حد ہے - اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لاکھوں کو اپنی زندگی میں دینی کاموں پر لگا گئے - اور اب مرنے کے بعد وہ ان اعمال کے کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہیں -

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بانی جماعت تبلیغ) فرمایا کرتے تھے - کہ لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں - میں ملک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں - مطلب یہ تھا کہ میوات کا خطہ جہاں لاکھوں آدمی ان کی کوشش سے نمازی بنے - ہزاروں تہجد گزار بنے - ہزاروں حافظ قرآن ہوئے - ان سب کا ثواب انشاء اللہ ان کو ملتا رہے گا - اور اب یہ خوش قسمت تبلیغی جماعت عرب و عجم میں کام کر رہی ہے - ان کی کوشش سے جتنے آدمی کسی دینی کام میں لگ جائینگے نماز و قرآن پڑھنے لگیں گے - اس سب کا ثواب ان کوشش کرنے والوں کو بھی ہوگا - اور ان کو بھی ہوگا - جن کو یہ مسرت تھی کہ میں ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں - زندگی بہر حال ختم ہونے والی ہے - اور مرنے کے بعد وہی کام آتا ہے - جو اپنی زندگی میں آدمی کر لے - زندگی کے ان لمحات کو بہت غنیمت سمجھنا چاہئے - اور جو چیز ذخیرہ بنائی جا سکتی ہے اس میں کسر نہ چھوڑنی چاہئے - اور بہترین چیزیں وہ ہیں، جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے -

اس لئے

اے پیارے بچو! وقت کو بہت ہی غنیمت سمجھو اور جو ساتھ لے جانا ہے لے جاؤ - بعد میں نہ کوئی باپ پوچھتا ہے نہ بیٹا - سب چند روز جھوٹے سچے آنسو بہا کر چپ ہو جائیں گے - کوئی بھی کام نہ آئے گا - سوائے اس کے جو کچھ تم دنیا سے آخرت کے لئے نیکیاں جمع کر لو اور بہترین نیکی صدقہ جاریہ ہے -

---

غنیمت جانئے

تندرستی ہے بڑی شے اس کو نعمت جانئے
زندگی میں پھر عبادت سے غنیمت جانئے
کہ جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بوڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے آٹھ آنے

منظور شدہ
محکمہ جات:- تعلیم و جیل
(مغربی پاکستان)

رجسٹرڈ
ایل نمبر
۶۰۴۷

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا